دسمبر ۱۹۹۸ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

اندرونِ عرب انقلاب کی تکمیل :

فتح خیبر اور فتح مکّہ

ڈاکٹر اسرار اح

يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ
(اے لوگو، تم پر ایک عظمتوں والا مہینہ سایہ فگن ہو چکا ہے)

روزہ اور قرآن

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَىْ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کرینگے (یعنی اُس بندے کی جو دِن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اُس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سُنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن میں کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ: میں نے اس کو رات کو سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، خداوندا آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اُس بندہ کے حق میں قبول کی جائے گی (اور اس کے لیے جنّت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائے گا)

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد : ۴۷
شمارہ : ۱۲
شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ
دسمبر ۱۹۹۸ء
فی شمارہ ۱۰/-
سالانہ زر تعاون ۱۰۰/-

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارہ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔فون : 03-02-5869501
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون : 6305110
پبلشر: ناظم مکتبہ، مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری، مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

☆ عرضِ احوال ____ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ مِلّی و سیاسی معاملات ____ ۵

تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کی منظور کردہ قراردادیں

☆ منہجِ انقلاب نبوی ﷺ (۱۰) ____ ۷

اندرونِ عرب تکمیل انقلاب کی تکمیل: فتح خیبر اور فتح مکہ

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ دُعا ____ ۳۱

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

☆ غلطیوں کی اصلاح کا نبوی طریق کار (۸) ____ ۳۹

علامہ محمد صالح المنجد

☆ فکرِ عجم (۱۳) ____ ۴۴

آیت اللہ خمینی کی جدوجہد — ڈاکٹر ابو معاذ

☆ خطوط و نکات ____ ۶۳

قانون تحفظ ناموسِ رسالت — میر نواز خان مروت

☆ مکتوبِ بھارت ____ ۶۵

○ مولانا افتخار فریدی مرحوم — معصوم مراد آبادی

○ تو میرا شوق دیکھ! — ذکاء اللہ ندوی

☆ مشاهدات و تأثرات ____ ۷۱

تنظیم اسلامی کا ۳۳واں سالانہ اجتماع — مختار حسین فاروقی

☆ سالانہ رپورٹ ____ ۷۵

○ شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

○ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

ملک کی داخلی صورتِ حال' حسبِ سابق' کوئی خوش کن منظر نہیں پیش کر رہی۔ کراچی کے بارے میں حکومت کی بار بار کی یقین دہانی کے باوجود کہ وہاں انتظامی معاملات میں فوج کو دخیل نہیں کیا جائے گا' بالآخر فوجی عدالتیں قائم کر دی گئی ہیں' گویا نیم مارشل لاء نافذ کیا جا چکا ہے۔ گو پاکستان کے آئین میں آرٹیکل ۲۴۵ کے تحت اس نوع کے اقدام کی گنجائش موجود ہے' تاہم نواز شریف حکومت کا اٹھایا ہوا یہ قدم سول حکومت کی ناکامی کے برملا اعتراف کے مترادف ہے۔ فوجی عدالتوں کے قیام کے نتیجے میں ممکن ہے کہ وقتی طور پر امنِ عامہ کی صورتحال کنٹرول میں آ جائے اور قتل و غارت گری اور دہشت گردی کے واقعات میں قابلِ ذکر کمی واقع ہو جائے تاہم کراچی کے مسائل کے کسی مستقل اور پائیدار حل کی اس سے توقع کرنا حقائق سے نظریں چرانے کے مترادف ہو گا ـــــ دوسری جانب سینٹ سے پندرھویں ترمیمی بل کی منظوری کے مسئلے پر مقتدر طبقات کا طرزِ عمل قوم کو دو متحارب گروہوں میں تقسیم کرنے اور محاذ آرائی کی فضا کو جنم دینے کا باعث ہے۔ شریعت بل کے مخالفین میں سے اکثر کا موقف ہے کہ وہ شریعت کے نہیں' حکومت کے پیش کردہ بل کے مخالف ہیں۔ وہ اگر مجوزہ شریعت بل کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ شریعت کی آڑ لے کر غیر معمولی اور غیر محدود اختیارات حاصل کرنا دراصل حکومتِ وقت کے پیشِ نظر ہے تو اس سوءِ ظن کو بھی پورے طور پر بلاجواز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ موجودہ بل میں یقیناً ایسے جراثیم موجود ہیں کہ جن کے باعث نہ صرف یہ کہ چھوٹے صوبے بجا طور پر شدید اضطراب محسوس کر رہے ہیں بلکہ نفاذِ شریعت کے ضمن میں اٹھائے جانے والے تمام حکومتی اقدامات عدلیہ سے بھی بالاتر قرار پاتے ہیں۔ گویا حکومت کو نہ صرف یہ کہ شریعت کی من چاہی تعبیر کا کامل اختیار بھی ہو گا بلکہ "جسے پی چاہیں وہی سہاگن" کے مصداق حکومت اپنے تئیں جو "قدم" بھی اٹھائے گی اسی کو "شریعت" کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ معاذ اللہ! اس لئے کہ حکومت کا اٹھایا ہوا ہر قدم اور میاں نواز شریف کا ہر فرمان اس درجے "مستند" ٹھہرے گا کہ کسی عدالت میں اس کو

چیلنج بھی نہیں کیا جاسکے گا۔

افسوسناک امر یہ ہے کہ حکومت' پندرھویں ترمیم کے مخالفین کے اعتراضات کو رفع کرنے اور موجودہ بل میں شامل متنازعہ دفعات کو بل سے خارج کرنے کی بجائے لاٹھی اور دھونس کے ذریعے بل کو سینٹ سے منظور کرانے کے چکر میں ہے۔ یا تو شریعت سے اربابِ اختیار کی دُوری اور بیزاری کا یہ عالم تھا کہ ہمارے بار بار توجہ دلانے اور "ہمارا مطالبہ ہماری اپیل۔ دستورِ خلافت کی تکمیل" کی رٹ لگانے کے باوجود اس جانب ڈیڑھ سال میں انچ بھر پیش رفت کے لئے کوئی تیار نہ تھا' یا اب شریعت کے لئے ان کی بے قراری کا یہ عالم ہے کہ اس بل کی منظوری کے راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے عزائم کا اظہار ہو رہا ہے۔ زیادہ تشویشناک بات یہ ہے کہ شریعت کے لئے ہلکان ہونے والے ان حکمرانوں کے دَور میں سود اور سودی نظام کے خاتمے کی جانب نہ صرف یہ کہ تاحال کوئی توجہ نہیں ہے بلکہ سود کو مزید فروغ دینے اور عوام الناس کو سود کے پُر فریب جال میں مزید پھنسانے کی خاطر کروڑپتی اور ڈبل کروڑپتی بننے کا لالچ دیا جا رہا ہے اور فروغِ سود کے ان اشتہاروں کی اشاعت پر لاکھوں نہیں' کروڑوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے دین کی رُو سے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ اور سب سے گھناؤنا جرم سود خوری ہے۔ قرآن و حدیث میں سود کی مذمت اور مخالفت میں جتنے شدید اور جس درجے سخت الفاظ وارد ہوئے ہیں کسی اور گناہ کے لئے نہیں ہوئے۔ لیکن معلوم نہیں دین و شریعت کا کون سا تصور ہمارے حکمرانوں کے دماغ میں سمایا ہوا ہے کہ ایک جانب وہ شریعت کا نفاذ بھی چاہتے ہیں اور دوسری جانب سودی نظام کو مزید مستحکم کرنا اور مختلف انعامی سکیموں کے ذریعے سود کو مزید فروغ دینا بھی شدت کے ساتھ ان کے پیش نظر ہے۔ شاید ہمارے حکمرانوں کی پالیسی ہے کہ ع "باغباں بھی خوش رہے' راضی رہے صیاد بھی!" —— بہرکیف یہ پوری صورت حال اور قول و فعل کا یہ تضاد نہایت تکلیف دہ ہے۔

ہماری سوچی سمجھی اور دیانتدارانہ رائے یہ ہے کہ دستورِ پاکستان میں قرآن و سُنّت کو سپریم لاء قرار دینا اپنی جگہ ایک نہایت خوش آئند اقدام ہے۔ جس شخص یا جس

حکومت کے ہاتھوں بھی یہ کام سرانجام پائے گا وہ مسلمانانِ پاکستان ہی کا نہیں پوری ملت اسلامیہ کا محسن ٹھہرے گا۔ لیکن ضروری ہے کہ شریعت کی تنفیذ کا طریق کار نہ صرف یہ کہ اسلام کی عطاکردہ جمہوری اقدار سے ہم آہنگ ہو بلکہ عصری تقاضوں کا بھی اس میں مناسب حد تک لحاظ رکھا گیا ہو۔ دورِ حاضر میں اس کا واحد محفوظ راستہ یہ ہے کہ دستور میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی طے کر دینے کے بعد اس فیصلے کا اختیار کہ کوئی قانون قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں' کسی فردِ واحد کو نہیں بلکہ اعلیٰ عدالتوں کو دیا جائے کہ جو دستور کے محافظ (کسٹوڈین) کا درجہ رکھتی ہیں —— ہم وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف اور ان کے توسط سے حکومت کے تمام ذمہ داران سے دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ شریعت بل کے معاملے میں اپنی انا کی قربانی دے کر اور لچک کا مظاہرہ کر کے شریعت کے ساتھ اپنے خلوص و اخلاص کا ثبوت پیش کریں اور نفاذِ شریعت کے طریق کار کے ضمن میں تنظیم اسلامی کی پیش کردہ اور مولانا عبدالستار نیازی کی قائم کردہ نفاذ شریعت ورکنگ گروپ کی مرتب کردہ سفارشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے موجودہ بل میں مزید ترمیم کر کے اسے متفق علیہ بنانے کی سرتوڑ کوشش کریں' تاکہ پاکستان مثبت طور پر اپنی اس منزل کی طرف گامزن ہو سکے جسے بھلائے رکھنے کی پاداش میں گزشتہ نصف صدی سے دربدر کی ٹھوکریں کھانا اس کا مقدر بنا رہا۔ اللّٰھم وفقنا لھذا ○○

دینی و دُنیوی تعلیم کا سنگم

قرآن کالج لاھور (بورڈ سے الحاق شدہ)

بی اے (سال اول) میں داخلہ شروع ہے

پُرسکون تعلیمی ماحول' محنتی اور قابل اساتذہ' مثالی نظم و ضبط

کمپیوٹر کی لازمی' مفت تعلیم کی سہولت

نوٹ: نتیجہ کے منتظر طلبہ بھی درخواست دے سکتے ہیں'

—— تفصیلات کیلئے پراسپکٹس طلب کریں ——

پرنسپل قرآن کالج' اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فون: 5860024-5833637

ملی و سیاسی معاملات کے ضمن میں
تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کی منظور کردہ قرار دادیں

۱۱ نومبر = امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی زیر صدارت تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کے دو روزہ اجلاس منعقدہ قرآن اکیڈمی' لاہور میں ملکی اور بین الاقوامی حالات کے حوالے سے درج ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں۔

تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ اتفاق سے یہ قرارداد منظور کرتی ہے کہ

۱) قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کیلئے قومی اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری سے ملک کو دستوری و آئینی سطح پر اسلامی ریاست بنانے کی جانب اہم پیش رفت کا آغاز ہو جائے گا۔ تاہم وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف شریعت بل کو سینٹ سے منظور کرانے کیلئے اس میں مزید ترمیم کریں اور وہ الفاظ اس پیکیج سے نکال دیں کہ جن کے حوالے سے اس بات کا خدشہ اور امکان پیدا ہوتا ہے کہ وفاقی حکومت کی جانب سے نیکی کے حکم اور برائی کی روک تھام کے ضمن میں کئے گئے اقدامات کو عدلیہ سے بھی بالاتر حیثیت حاصل ہو جائے گی' تاکہ سینٹ کے وہ ارکان جو محض اس خدشے کے باعث شریعت بل کی مخالفت کر رہے ہیں' ان کی حمایت بھی حاصل کی جاسکے!

۲) مرکزی مجلس شوریٰ سینٹ کے ارکان سے بھی پُرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ جماعتی سیاست اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر قرآن و سنت کی بالادستی کے حامل پندرہویں ترمیمی بل کو منظور کر کے ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے عمل میں اپنا کردار ادا کریں' تاکہ پھر اس حوالے سے حکومت پر اتمامِ حجت کیا جاسکے۔

۳) تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ایٹمی پروگرام پر ہر قسم کے عالمی دباؤ اور امداد کے لالچ کو نظرانداز کر کے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے دو ٹوک انداز میں انکار کر دے۔ اس لئے کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام عطیۂ خداوندی ہے' چنانچہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا دفاعی قوت کی بھرپور تیاری کے حکم خداوندی کی صریح خلاف ورزی ہو گی۔

۴) تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سودی معیشت کے خاتمے کیلئے ٹھوس اقدامات کریں اور اس کے اولین قدم کے طور پر وزیر اعظم سود کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف شریعت اپیلیٹ بینچ میں دائر کردہ اپیل فی الفور واپس لیں۔ مزید برآں غیر سودی معیشت کے قیام کیلئے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں قائم کردہ کمیشن کی سفارشات کو منظر عام پر لا کر فی الفور نافذ کیا جائے تاکہ ملک میں رائج استحصالی نظام کے خاتمہ کا آغاز ہو سکے۔

اندرونِ عرب انقلاب کی تکمیل

فتح خیبر اور فتح مکّہ

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

(مرتب : شیخ جمیل الرحمٰن)

نبی اکرم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت وہاں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ حضورؐ نے مدینہ تشریف لاتے ہی انہیں ایک معاہدہ میں جکڑ لیا تھا[1]۔ اس معاہدے کی وجہ سے یہ قبیلے کھلم کھلا مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں آسکے' لیکن وہ پس پردہ ریشہ دوانیاں کرتے رہتے تھے۔ مدینہ میں فروغِ اسلام اور انصار کے دونوں قبیلوں اور مہاجرین کو باہم شیر و شکر دیکھ کر صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹنا شروع ہوا۔ پھر شعبان ۲ھ میں تحویل قبلہ کے واقعہ نے ان یہودیوں کو سخت برہم کر دیا اور ان کی ناراضگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چنانچہ اب وہ کھلم کھلا اسلام پر زبانِ طعن دراز کرنے اور

---

(۱) "ابن ہشام" نے یہ پورا معاہدہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :

۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا' اب بھی قائم رہے گا۔ (۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی اور ان کے مذہبی معاملات سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ (۳) یہود اور مسلمان دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔ (۴) یہود یا مسلمانوں کو کسی بیرونی فریق سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ (۵) کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔ (۶) مدینہ پر کوئی حملہ ہو گا تو دونوں فریق ایک دوسرے کے شریک ہو کر جنگ کریں گے۔ (۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرلے گا تو دوسرا بھی اس صلح میں شریک ہو گا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہو گی۔ (مرتب)

انصار کو دین اسلام سے بدگمان اور برگشتہ کرنے کی مہم زور و شور سے چلانے لگے۔ اس سے قبل یہ کام وہ دھیمی رفتار سے کرتے رہتے تھے۔

بنو قینقاع کا معاملہ

غزوۂ بدر کے متصلاً بعد شوال ۲ھ میں بنو قینقاع کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ یہ پیشے کے اعتبار سے زرگر تھے اور ان کے پاس جنگی اسلحہ بہت تھا۔ دوسرے یہودی قبیلوں کے مقابلہ میں یہ جری' بہادر اور شجاع بھی تھے۔ اسلام کی ترقی کو دیکھ کر وہ زیادہ دیر تک ضبط نہیں کر سکے۔ غزوۂ بدر کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اقدام کیا اور اعلانِ جنگ کی جرأت کی۔ ہوا یہ کہ ایک انصاری کی نقاب پوش بیوی بنو قینقاع کے ایک یہودی کی دوکان میں آئیں تو یہودیوں نے ان کی بے حرمتی کی۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے تاب ہو گیا اور اس نے یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو آپؐ بنفس نفیس ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "اللہ سے ڈرو' ایسا نہ ہو کہ بدر والوں کی طرح تم بھی عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ"۔ جواب میں یہودیوں نے کہا کہ "ہم قریش نہیں ہیں' ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کس شے کا نام ہے۔ اور ایسا ہی ہے تو ہم اعلانِ جنگ کرتے ہیں' دنیا دیکھ لے گی کہ بہادر کون ہے!"۔ اس طرح ان کی طرف سے نقضِ عہد اور اعلانِ جنگ ہو گیا۔ مجبور ہو کر نبی اکرم ﷺ نے ان پر چڑھائی کی۔ وہ قلعہ بند ہو گئے۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہا۔ بالآخر وہ اس پر راضی ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ بھی کریں گے انہیں قبول ہو گا۔ حضورؐ نے نرمی اور رافت سے کام لیا اور فیصلہ فرمادیا کہ وہ اونٹوں پر جتنا سامان لے جا سکتے ہیں لے کر جہاں چاہیں چلے جائیں' وہ اب مدینہ میں نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ وہ اپنا زیادہ سے زیادہ مال و اسباب لے کر جلاوطن ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق ان میں سے کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے جو مدینہ سے دو سو میل شمال کی طرف یہودیوں کا ایک بہت مضبوط گڑھ تھا۔ یہ بڑا سرسبز اور زرخیز علاقہ تھا۔

بنو نضیر کا معاملہ

غزوۂ احد کے بعد اسی نوع کا معاملہ ربیع الاول ۴ھ میں یہود کے دوسرے قبیلے بنو نضیر کے ساتھ ہوگیا۔ یہ قبیلہ عرب کے ایک مضبوط قبیلہ "طے" کا حلیف تھا۔ قبیلہ طے کے اشرف نے اس یہودی قبیلہ کے سردار ابو رافع کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ ابو رافع کا لقب تاجر الحجاز تھا' کیونکہ وہ بڑا مالدار تھا۔ کعب اسی اشرف کا بیٹا اور ابو رافع کا نواسہ تھا۔ اس دو طرفہ رشتہ داری کی وجہ سے اس کا یہود اور عرب سے برابر کا تعلق تھا۔ یہ بڑا قادر الکلام شاعر تھا' جس کی وجہ سے اس کا اثر گہرا تھا۔ کعب بن اشرف کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ چنانچہ غزوۂ بدر میں قریش کے سرداروں کے قتل ہونے کا اسے نہایت صدمہ تھا۔ چنانچہ یہ مکّہ گیا اور مقتولین بدر کے پُر درد مرثیے پڑھے جن میں انتقام کی ترغیب تھی۔ وہ یہ مرثیے بڑے سوز کے ساتھ پڑھتا' خود بھی روتا اور دوسروں کو بھی رلاتا۔ الغرض قریش کو مدینہ پر انتقامی طور پر چڑھائی کرنے کی ترغیب میں اس نے نہایت مؤثر کردار ادا کیا تھا۔ پھر جب وہ مدینہ واپس آیا تو نبی اکرم ﷺ کی شان میں ہجو کے اشعار کہنے لگا اور یہودیوں کو اسلام کے خلاف بھڑکانے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی دولت مندی کے بل پر منافقین کو اپنا ہم خیال بنانے لگا اور ضعیف الایمان لوگوں پر اثر انداز ہونے لگا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ سازش تیار کی کہ چپکے سے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرادے۔ چنانچہ اس نے ایک روز آپؐ کو دعوت میں بلایا اور اپنے چند لوگوں کو مقرر کر دیا کہ وہ یک بارگی حملہ کرکے حضورؐ کو شہید کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اپنے نبی ﷺ کو اس سازش سے مطلع فرمادیا۔ اس کی فتنہ انگیزی کو دیکھ کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کردیا۔ اس واقعہ نے بنو نضیر میں غیظ و غضب کی آگ کو مزید بھڑکا دیا۔

مزید برآں وادی نخلہ میں قبیلہ بنو عامر کے جو دو اشخاص قتل ہوئے تھے ان کا خون بہا ابھی تک واجب الادا تھا۔ اس کا ایک حصہ معاہدے کی رو سے یہود کے قبیلے بنی نضیر پر باقی تھا۔ اس کے مطالبہ کے لئے نبی اکرم ﷺ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے تھوڑی سی رد و قدح کے بعد بظاہر حضور ﷺ کی بات تسلیم کرلی۔ لیکن انہوں نے

درپردہ ایک شخص کو مقرر کر رکھا تھا کہ وہ چپکے سے حضورؐ پر بالاخانہ سے پتھر گرا دے۔ اس لئے کہ حضورؐ بالاخانہ کی دیوار کے سایہ میں کھڑے گفتگو فرمارہے تھے۔ حضورؐ کو اس سازش کا علم ہو گیا اور آپؐ فوراً مدینہ واپس چلے آئے۔

ادھر قریش کی جانب سے بنو نضیر کے پاس پیغام پر پیغام آرہے تھے کہ تم محمد (ﷺ) کو قتل کردو' ورنہ ہمیں جب بھی موقع ملا' جو ضرور مل کر رہے گا' تو ہم تمہارے پورے قبیلہ کو تہ تیغ کردیں گے۔ یہود خود بھی نبی اکرم ﷺ کی دعوت توحید کا فروغ دیکھ کر انگاروں پر لوٹ رہے تھے۔ انہوں نے ایک سازش کے تحت نبی اکرم ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپؐ اپنے تیس اصحاب کو ساتھ لے کر آئیں' ہم بھی اپنے علماء واحبار کو جمع کر رکھیں گے۔ آپؐ کی دعوت اور آپؐ پر نازل شدہ کلامِ الٰہی سن کر ہمارے علماء تصدیق کر دیں گے تو ہم اسلام قبول کرلیں گے۔ اس پر آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم ایک نیا معاہدہ لکھ کر نہ دو میں تم پر اعتماد نہیں کرسکتا۔ لیکن بنو نضیر اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔

اسی دوران رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے تجدید معاہدہ کے لئے فرمائش کی۔ انہوں نے تعمیل کردی۔ اب بنو نضیر کے سامنے گویا ایک نظیر موجود تھی' لیکن اس کے باوجود وہ کسی طرح دوبارہ معاہدہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے۔ آخر کار انہوں نے پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر آئیں' ہم بھی اپنے تین عالم لے کر آتے ہیں اور کسی درمیانی جگہ جمع ہوتے ہیں۔ یہ علماء اگر آپؐ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ رسول اللہؐ اس کے لئے تیار ہو گئے' لیکن راستے ہی میں آپؐ کو باوثوق ذریعہ سے اطلاع مل گئی کہ بنو نضیر نے خفیہ طور پر انتظام کر رکھا ہے کہ آپؐ جب مقررہ مقام پر پہنچیں تو یکبارگی اور اچانک حملہ کرکے آپؐ کو شہید کردیں۔ چنانچہ یہ اطلاع ملنے کے بعد حضور ﷺ راستہ ہی سے واپس چلے گئے۔ آپؐ نے پھر ان کو پیغام بھیجا کہ یا تو تجدید معاہدہ کرلو یا اپنے سرکردہ علماء کو لے کر میرے پاس آجاؤ۔ لیکن بنو نضیر نے صاف انکار کردیا۔

بنو نضیر کی اس سرکشی کے مختلف اسباب تھے۔ وہ دو مضبوط قلعوں میں پناہ گزین تھے جہاں اجناس' پانی اور اسلحہ کا وافر ذخیرہ تھا۔ ایک سبب یہ بھی تھا کہ عبداللہ بن اُبَی نے

انہیں کہلا بھیجا تھا کہ ہم (یعنی منافقین) اور بنو قریظہ تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے' لہٰذا تم اطاعت نہ کرنا۔ اس صورت حال کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے ان کو زیادہ مہلت دینی مناسب نہیں سمجھی اور ان کے قلعوں پر چڑھائی کر دی۔ پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ بنو نضیر اس انتظار میں رہے کہ عبداللہ بن ابی اور بنو قریظہ اپنا وعدہ وفا کریں گے' لیکن دونوں دم سادھے تماشا دیکھتے رہے۔ بالآخر بنو قریظہ نے یہ پیش کش کی کہ ہمارے ساتھ بھی بنو قینقاع والا معاملہ کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی رافت و رحمت نے یہ پیش کش منظور فرمالی۔ بنو نضیر اپنی گڑھیوں سے اس شان سے نکلے کہ جشن کا گمان ہوتا تھا۔ عورتیں دف بجاتی اور گاتی جاتی تھیں۔ الغرض ان کے قبیلہ کے اکثر لوگ بھی خیبر جا کر آباد ہو گئے۔ خیبر والوں نے ان کے دو معزز سرداروں کا اتنا احترام کیا کہ انہیں خیبر کا رئیس تسلیم کر لیا۔ یہ واقعہ درحقیقت غزوۂ خیبر کا دیباچہ ہے۔

بنو قریظہ کا معاملہ

اب مدینہ میں یہود کا صرف ایک قبیلہ بنو قریظہ باقی رہ گیا تھا۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر' جو ذوالقعدہ ۵ھ میں وقوع پذیر ہوا' اس قبیلہ نے غداری کی۔ بنو نضیر کے سرداروں نے خیبر میں بیٹھ کر قریش اور مدینہ کے اطراف کے غیر مسلم قبائل سے سازباز کی اور ان کو اپنے تعاون کا یقین دلایا جس کے نتیجہ میں بارہ ہزار کا لشکرِ جرار تین اطراف سے مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر چڑھ دوڑا۔ اس سے بڑا لشکر عرب کی تاریخ میں اس سے پہلے شاید ہی کبھی ترتیب پایا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے جبلِ اُحد کے مشرقی اور مغربی گوشوں میں خندق کھدوا کر مدافعانہ جنگ کے انتظامات فرمالئے تھے۔ مدینہ کی جغرافیائی پوزیشن ایسی تھی کہ صرف انہی اطراف سے حملہ ہو سکتا تھا۔ کفار و مشرکین اس طریق دفاع سے ناآشنا تھے۔ ناچار انہیں شدید جاڑے کے موسم میں ایک طویل محاصرہ پر مجبور ہونا پڑا۔ اب ان کے لئے ایک ہی چارۂ کار باقی رہ گیا تھا کہ وہ بنو قریظہ کو مدینہ پر جنوب مشرقی گوشے سے حملہ پر آمادہ کر لیں۔ چنانچہ بنو نضیر کے سرداروں نے بنو قریظہ کو نقض عہد پر آمادہ کر لیا اور وہ پشت سے حملہ کی

تیاریاں کرنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ اس صورت حال سے بے خبر نہیں تھے۔ ادھر منافقین کا گروہ بھی مسلمانوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کے لئے یہ افواہیں پھیلا رہا تھا کہ بنو قریظہ کی طرف سے حملہ ہوا ہی چاہتا ہے جس کی زد میں پہلے ہماری عورتیں اور بچے آئیں گے جو شہر میں بنو قریظہ کی گڑھیوں کے قریب ہی پناہ گزین تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے دو انصاری صحابہ رضی اللہ عنہما کو بنو قریظہ کے عزائم معلوم کرنے اور ان کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔ بنو قریظہ نے ان سے صاف کہہ دیا کہ "لا عقد بیننا و بین محمد" یعنی ہمارے اور محمد (ﷺ) کے مابین جو معاہدہ تھا وہ ختم ہوا۔ مزید یہ کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں بڑے گستاخانہ کلمات کہے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ قبیلہ غطفان کے ایک صاحب نعیم بن مسعود جنہوں نے اسلام قبول کر رکھا تھا لیکن اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا اور وہ غطفان کی طرف سے ان کے لشکر میں شریک تھے' انہوں نے ایک ایسی تدبیر کی کہ بنو قریظہ اور قریش کے درمیان ایک نوع کی بدگمانی پیدا ہو گئی' جس کی وجہ سے بنو قریظہ غداری کے لئے اپنی تمام تیاریوں کے باوجود تذبذب میں رہے اور کوئی اقدام نہ کر سکے۔ اسی دوران ایک رات اللہ کی مدد زوردار آندھی کی صورت میں نازل ہوئی جس نے قریش اور ان کے حلیفوں کے خیموں اور سازوسامان کو تہس نہس کر ڈالا۔ نتیجتاً صبح ہوتے ہی تمام لشکر منتشر ہو گیا اور تمام قبائل بے نیل مرام واپس چلے گئے۔

لشکروں کی واپسی کے بعد نبی اکرم ﷺ ابھی ہتھیار کھول ہی رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپؐ ہتھیار اتار رہے ہیں جبکہ ہم نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ آپؐ فوراً تشریف لے جا کر بنو قریظہ کے معاملے کو نمٹایئے۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ بنو قریظہ کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے اُسی وقت حکم دیا کہ کوئی بھی مسلمان ہتھیار نہ کھولے' سب کے سب جلد از جلد بنو قریظہ کی بستی میں پہنچیں اور کوئی بھی عصر کی نماز وہاں پہنچنے سے قبل نہ پڑھے۔

بنو قریظہ کا انجام

بنو قریظہ کے قلعے بڑے مضبوط تھے' جن میں وہ محصور ہو گئے۔ قریباً ایک ماہ محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر تنگ آکر انہوں نے از خود اس شرط پر ہتھیار ڈالنے اور خود کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ ان کے معاملے میں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کیا جائے' وہ جو بھی فیصلہ کریں گے تسلیم کر لیا جائے گا۔ قبیلہ اوس ان کا حلیف رہا تھا اور ان کے مابین مدتوں سے خوشگوار تعلقات چلے آ رہے تھے' للٰہذا ان کو توقع تھی کہ سعد بن معاذ ان کا لحاظ کریں گے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب میں ایک تیر لگنے کی وجہ سے شدید زخمی تھے اور حضور ﷺ نے ان کے علاج معالجہ کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگوا رکھا تھا اور ان کے زخم کو خود اپنے دست مبارک سے داغا تھا' انہیں ایک ڈولی میں بنو قریظہ کی بستی میں لایا گیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے تورات کی رُو سے یہود کی شریعت کے عین مطابق یہ فیصلہ کر دیا کہ بنو قریظہ کے لڑنے کے قابل تمام مرد قتل کئے جائیں' عورتوں' بچوں اور دیگر مَردوں کو غلام بنایا جائے اور ان کے مال و اسباب کو مال غنیمت قرار دیا جائے[1]۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق ان کے کئی سو جوان قتل کئے گئے اور عورتوں بچوں اور دیگر عمر رسیدہ مَردوں کو غلام بنا لیا گیا' جبکہ ان کا مال و اسباب مال غنیمت قرار دیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے آسمانی فیصلہ کیا۔ یہ تورات کے حکم کی طرف اشارہ تھا۔ بنو قریظہ اگر رسول اللہ ﷺ کو حکم تسلیم کر لیتے اور اپنا معاملہ آپؐ کے ہاتھ میں دے دیتے تو یقیناً آپؐ اپنی رأفت و رحمت کی وجہ سے وہی فیصلہ فرماتے جو بنو قینقاع اور

---

(۱) تورات کتاب تثنیہ اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے۔
"جب کسی شہر پر حملہ کے لئے تو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ صلح تسلیم کر لیں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر صلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں' سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے' عورتیں' جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں' سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے"۔ (مرتب)

بنو نضیر کے حق میں فرمایا تھا' لیکن مشیتِ الٰہی یہی تھی' لہٰذا ان کی مت ماری گئی اور انہوں نے حضور ﷺ جیسے رؤف و رحیم رسول پر عدم اعتماد کیا۔ چنانچہ حُیَیّ بن اخطب جو ان تمام فتنوں کا باعث تھا' کے جو آخری الفاظ کتب سیرت مطہرہ میں ملتے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ "لوگو! خدا کے حکم کی تعمیل میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ ایک حکم الٰہی تھا جو لکھا ہوا تھا۔ یہ ایک سزا تھی جو خدا نے بنی اسرائیل پر لکھ دی تھی"۔ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران اجتماعی قتل اور سخت ترین سزا کا یہی ایک واقعہ پیش آیا ہے' جو بنو قریظہ کے ساتھ ہوا۔

فتح خیبر

خیبر پہلے سے ہی عرب میں یہود کا مضبوط ترین گڑھ تھا۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کے بہت سے لوگ بھی وہیں جا مقیم ہوئے۔ اس طرح یہود کی قوت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر قریش اور دوسرے عرب قبائل کا مدینہ پر اتنی بڑی تعداد میں لشکر کشی کرنے میں خیبر کے یہودی سرداروں کا سب سے زیادہ عمل دخل تھا۔ بارہ ہزار کے لشکر میں کم و بیش دو ہزار یہودی بھی شامل تھے۔ پھر بنو قریظہ کو نقض عہد اور پشت سے مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے لئے آمادہ کرنے میں بھی انہی یہودی سرداروں کی کوششوں کا فیصلہ کن دخل تھا۔ الغرض عرب کے قبائل خصوصاً قریش کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے میں خیبر کے سردارانِ یہود ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔

ذوالقعدہ ۶ ھ میں جب قریش سے حدیبیہ کے مقام پر دس سال کے لئے صلح ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کو اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو ۶ ھ کے اواخر میں آپ نے جزیرہ نمائے عرب میں یہود کی اس طاقت کے خلاف اقدام کرنے کا فیصلہ فرمایا جو خیبر کے مقام پر مجتمع ہو گئی تھی۔ قبیلہ غطفان جس کا شمار بھی عرب کے مضبوط قبائل میں ہوتا تھا' کی آبادی خیبر سے متصل واقع تھی اور یہ کافی عرصہ سے خیبر کے یہود کے حلیف تھے۔ خیبر کے رئیس ابو رافع سلام نے جو بنو نضیر سے تعلق رکھتا تھا' لیکن بہت بڑا تاجر اور صاحب ثروت ہونے کے باعث خیبر کی سرداری پر فائز تھا' ۶ ھ میں خود جا جا کر قبیلہ غطفان اور آس پاس

کے قبائل کو متحد ہو کر اسلام کے خلاف اقدام کے لئے تیار کر لیا تھا اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر لی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ تمام خبریں مل رہی تھیں۔ رمضان ۶ھ میں ابو رافع سلام ایک خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے بعد خیبر کا اُسیر نامی ایک یہودی مسند سرداری پر فائز ہوا۔ اس نے بھی ابو رافع سلام کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے پوری تیاری کر لی۔ پھر مدینہ کے منافقین بھی یہودِ خیبر کو مسلمانوں کی خبریں پہنچاتے تھے اور ان کی ہمت افزائی کرتے تھے کہ مسلمان تمہاری فوجوں کے آگے نہیں ٹھہر سکیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے کوشش فرمائی کہ یہود خیبر سے کوئی معاہدہ ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ نے صلح حدیبیہ سے پہلے اور بعد میں کئی سفارتی وفود خیبر کے یہود کے پاس بھیجے لیکن وہ اپنے ارادوں سے باز نہیں آئے۔ ان کے چھوٹے چھوٹے چھاپہ مار دستے مدینہ کے باہر متفرق چھوٹی چھوٹی آبادیوں پر تاخت کرتے اور غارت گری کے بعد بھاگ جاتے۔ بالآخر نبی اکرم ﷺ نے ان کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے مقصد کے پیش نظر ذوالحجہ ۶ھ میں مسلمانوں کے ایک لشکر کے ساتھ خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔ لیکن خیبر کا معرکہ ۷ھ کے اوائل میں پیش آیا' کیونکہ اس غزوہ نے کافی طول کھینچا۔ خیبر میں یہود کی بڑی قوت مجتمع تھی' جہاں یکے بعد دیگرے ان کے بڑے مضبوط قلعے تھے۔ چنانچہ ہر قلعہ پر زبردست جنگ ہوئی۔ آخری مضبوط ترین قلعہ (قموص) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہود کے بڑے بڑے سردار اِن معرکوں میں مارے جا چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کامل شکست تسلیم کر لی۔ اس طرح جزیرہ نمائے عرب سے یہود کی عسکری قوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔

فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ پر قبضہ کر لیا گیا' لیکن یہود کی درخواست پر زمین ان کے قبضہ میں اس شرط کے ساتھ رہنے دی گئی کہ وہ پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کیا کریں گے۔ جب بٹائی کا وقت آتا نبی اکرم ﷺ اپنے کسی صحابیؓ کو بھیجتے' جو آکر غلہ کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہا کرتے تھے کہ انتخاب کا حق تمہیں حاصل ہے' جو حصہ چاہو تم لے لو۔ یہود اس عدل پر متحیر ہو کر کہتے تھے کہ "زمین و آسمان ایسے ہی عدل پر

قائم ہیں"۔

غزوۂ خیبر پہلا غزوہ ہے جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے۔ گویا صلح حدیبیہ اور یہود کا رعیت کی حیثیت قبول کرنا اس بات کی علامات میں شامل ہیں کہ اسلامی طرز حکومت کی بنیاد بھی قائم ہوگئی اور اس کا عملی ظہور بھی شروع ہوگیا ـــــــ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے آغاز تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ مرض وفات میں وصیت فرما گئے تھے کہ یہود جزیرہ نمائے عرب میں رہنے نہ پائیں۔ حضرت ابو بکرؓ کو مدعیانِ نبوت' مانعینِ زکوٰۃ اور فتنۂ ارتداد سے کامل طور پر نمٹنے میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے اس معاملہ کی طرف توجہ دینے کا موقع نہیں ملا۔ اگرچہ خلافتِ صدیقی کے دَور ہی میں یہ تمام فتنے ختم ہو چکے تھے' لیکن ساتھ ہی توحید کی اس انقلابی دعوت کی توسیع کے عمل کا بیرون ملک عرب آغاز ہو چکا تھا اور قیصر و کسریٰ سے باقاعدہ لڑائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ چنانچہ جزیرہ نمائے عرب سے یہود کے مکمل اخراج کا معاملہ دَورِ خلافتِ صدیقیؓ کے بجائے دَورِ خلافتِ فاروقیؓ کے آغاز میں شروع ہوا اور ایک قلیل عرصہ میں تمام یہود جزیرہ نمائے عرب سے جلاوطن کر دیئے گئے۔ ان کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوئی اور ان کو کامل آزادی دی گئی کہ وہ اپنا جملہ منقولہ ساز و سامان ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ اس طرح جزیرہ نمائے عرب یہود جیسی سازشی قوم کے وجود سے پاک ہوگیا۔

صلح حدیبیہ کی بدولت قریباً دو سال تک قریش اور اہل ایمان کے مابین امن رہا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے شہروں میں آتے جاتے رہے اور ان کے مابین روابط قائم ہوئے۔ کفار و مشرکین اہل ایمان کی پاکیزہ سیرت و کردار سے متاثر ہوتے رہے۔ اس دوران اسلام کو نہایت فروغ حاصل ہوا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد ہی حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جیسے مردانِ شجاعت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

صلح حدیبیہ کا خاتمہ اور فتح مکّہ

بنو خزاعہ پر بنو بکر کی تاخت

صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی بنو خزاعہ نبی اکرم ﷺ کے حلیف بن گئے تھے اور ان کے

حریف بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے تھے۔ ان دونوں میں مدت سے عداوت چلی آ رہی تھی اور ان کے مابین لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اسلام کے ظہور نے عرب کو ادھر متوجہ کیا تو وہ لڑائیاں رک گئیں۔ صلح حدیبیہ کے باعث قریش اور مسلمانوں کے درمیان امن قائم ہو گیا تو بنو بکر نے سوچا کہ اب بنو خزاعہ سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے صلح حدیبیہ کے قریباً دو سال بعد بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں اچانک حملہ کر دیا۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ قریش کے چند بڑے بڑے سرداروں نے بھی بھیس بدل کر بنو بکر کا ساتھ دیا اور اس طرح اس حملے کے نتیجہ میں بنو خزاعہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ بنو خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن بنو بکر کے رئیس نوفل کے اکسانے پر وہاں بھی انہیں نہیں چھوڑا گیا اور عین حدودِ حرم میں خزاعہ کا خون بہایا گیا۔

صلح حدیبیہ کا خاتمہ

نبی اکرم ﷺ مسجد نبویؐ میں رونق افروز تھے کہ بنو خزاعہ کے چالیس افراد فریاد کرتے اور دہائی دیتے ہوئے وہاں پہنچے کہ ہمارے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے' اب صلح حدیبیہ کی رُو سے اے محمد (ﷺ) آپؐ اس کے پابند ہیں کہ ہمارا بدلہ بنو بکر اور قریش سے لیں۔[1] نبی اکرم ﷺ کو یہ واقعات سن کر سخت رنج ہوا۔ تاہم حضورؐ نے قریش پر حجت قائم کرنے کے لئے ان کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرائط پیش کیں۔ پہلی یہ کہ مقتولوں کا خون بہا ادا کر دو۔ دوسری یہ کہ اگر تم اس کے لئے تیار نہیں ہو تو بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جاؤ

---

(۱) طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ اس وفد کے قائد کا نام عمرو بن سالم تھا اور اس نے ان الفاظ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں فریاد پیش کی تھی۔

لاھم انی شاھد محمدا	اے اللہ! میں محمد (ﷺ) کو
حلف ابینا وابیہ الا تلدا	وہ وعدہ یاد دلاؤں گا جو ہمارے اور
فانصر رسولَ اللّٰہ نصرا عتدا	ان کے قدیم خاندان میں ہوا ہے۔ اے
وادع عباد اللّٰہ یاتوا مدداً	اللہ کے رسولؐ ہماری اعانت کیجئے اور اللہ

کے بندوں کو پکاریئے' سب مدد کے لئے حاضر ہوں گے۔ (مرتب)

تاکہ ہم بنو خزاعہ کے ساتھ مل کر بنو بکر سے بدلہ لے لیں۔ تیسری یہ کہ اگر یہ بھی منظور نہیں ہے تو اعلان کردو کہ صلح حدیبیہ ختم ہو گئی۔

قریش کے جو مشتعل مزاج اور جنگ پسند لوگ (Hawks) تھے' انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے قاصد کی زبانی آپ کی شرائط سنتے ہی فوراً کہا کہ ہمیں تو صرف تیسری شرط منظور ہے۔ بس آج سے صلح حدیبیہ ختم!! حضورؐ کے ایلچی یہ جواب سن کر مدینہ واپس چلے گئے۔

تجدیدِ صلح کے لئے ابوسفیان کی کوششیں

قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کے مدبّر اور صلح پسند لوگوں (Doves) کو غلطی کا احساس ہوا۔ ان کو خوب اندازہ تھا کہ اب محمد ﷺ کی طاقت کتنی ہے اور قریش کا حال کیا ہے! ان کی پختہ رائے یہ تھی کہ قریش کسی صورت میں بھی اب اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کر سکیں۔ اُس وقت ابوسفیان کو قریش کے سردار کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ بہت حقیقت پسند انسان تھے' جذباتی اور مشتعل مزاج نہیں تھے' بلکہ ایک ایسے مدبر انسان تھے جو حقیقی صورت حال کا اندازہ کرکے اس کے مالہٗ وماعلیہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ انہوں نے جلد ہی محسوس کرلیا کہ چند جوشیلے لوگوں سے جذبات میں آکر بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے' اگر ہم نے صلح حدیبیہ کی تجدید نہ کرائی تو پھر قریش کے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہو گی۔ چنانچہ وہ خود چل کر تجدید صلح کی غرض سے مدینہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تجدید صلح کی درخواست کی' لیکن بارگاہ رسالت سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب ان کو کوئی ایسی سفارش درکار تھی جو تجدید صلح کی کوشش میں ان کی معاون ہو۔ انہوں نے پہلے حضرت ابوبکر اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بیچ میں ڈالنا چاہا لیکن دونوں نے کانوں پر ہاتھ رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک فرمایا: بھلا میں تم لوگوں کے لئے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کروں گا؟ خدا کی قسم اگر مجھے لکڑی کے ٹکڑے کے سوا کچھ دستیاب نہ ہو تو میں اسی کے ذریعے تم لوگوں سے جہاد کروں گا۔ پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے' وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی

عمر اُس وقت پانچ برس کی تھی۔ ابو سفیان۔ نے ان کی طرف اشارہ کر کے حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اگر یہ بچہ اپنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائے گا' اور اس بچہ کے یہ کہہ دینے سے نہ معلوم کتنی جانیں بچ جائیں گی۔ جناب سیدہؓ نے فرمایا: بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟

بالآخر ابو سفیان ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت ام حبیبہؓ سابقون الاولون میں سے تھیں اور مہاجرینِ حبشہ میں سے تھیں' جہاں وہؓ اپنے شوہر کے ساتھ گئی تھیں جو ایمان لا چکے تھے۔ وہ شراب کے نہایت رسیا تھے۔ حبشہ جا کر وہ مرتد ہو گئے اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ لہٰذا اُم حبیبہؓ ان کے عقد نکاح سے آزاد ہو گئیں۔ نبی اکرم ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ۔ نے ان کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور نجاشیؓ نے حضورؐ کے وکیل کی حیثیت سے نکاح پڑھایا تھا اور ان کا مہر ادا کیا تھا۔ بعدہ وہ ام المومنینؓ کی حیثیت سے مدینہ منورہ تشریف لے آئی تھیں۔ اب ابو سفیان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ کے حرم میں تھیں۔ ابو سفیان ایک باپ کی حیثیت سے بیٹی کے پاس پہنچے تاکہ بیٹی سے سفارش کرائیں۔ لیکن ہوا یہ کہ جب وہ ان کے حجرے میں داخل ہوئے تو وہاں نبی اکرم ﷺ کا بستر بچھا ہوا تھا' وہ اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ ابا جان ذرا ٹھہریئے۔ پھر بستر تہہ کر کے کہا کہ اب تشریف رکھئے۔ ابو سفیان نے فوراً سوال کیا کہ بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟۔ انہوں نے جواب دیا : ابا جان آپ اس بستر کے لائق نہیں ہیں' یہ بستر محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور آپ مشرک ہیں' نجس ہیں' آپ اس پر نہیں بیٹھ سکتے ـــــــ اس بات سے ابو سفیان جتنے خفیف اور خجل ہوئے ہوں گے اور انہوں نے کتنی سبکی محسوس کی ہو گی اس کا ہر شخص اپنے طور پر کچھ نہ کچھ اندازہ لگا سکتا ہے۔ اب انہیں سفارش کا حوصلہ کہاں ہو سکتا تھا' چنانچہ مزید کچھ کہے سنے بغیر مایوس ہو کر واپس ہوئے۔

اب دوبارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور سخت گھبراہٹ اور مایوسی و ناامیدی کی حالت میں کہا : ابوالحسن! مجھے کوئی راستہ بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ

سے تو کچھ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا' لیکن میں تمہیں یہ مشورہ دے سکتا ہوں کہ مسجد نبوی ؐ میں جا کر یہ اعلان کر دو کہ میں نے قریش کے سردار کی حیثیت سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ چنانچہ ابو سفیان نے حضرت علیؓ کے ایماء پر ایسا ہی کیا اور مسجد نبوی ؐ میں جا کر تجدید صلح کا یک طرفہ اعلان کر دیا کہ میں قریش کا سردار ابو سفیان صلح حدیبیہ کی تجدید کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا' لیکن یہ اعلان کرکے وہ فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر واپس مکّہ روانہ ہو گئے۔

مکّہ پہنچنے پر لوگوں نے پوچھا کہ کیا کر کے آئے ہو؟ انہوں نے تفصیل بتائی۔ لوگوں نے کہا : تو کیا محمد (ﷺ) نے اسے نافذ قرار دیا؟ ابو سفیان نے کہا : نہیں۔ لوگوں نے کہا : ہم نہ اسے تجدید صلح سمجھ سکتے ہیں کہ آرام سے سوئیں' نہ جنگ سمجھ سکتے ہیں کہ تیاری کریں۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔

نبی اکرمؐ کی طرف سے غزوے کی تیاری اور اخفاء کی کوشش

اُدھر مکّہ والے شش و پنج میں تھے کہ ابو سفیان جو کچھ کر کے آئے ہیں اسے کیا سمجھا جائے! اِدھر نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں تیاریاں کرنے کا حکم دے دیا اور اپنے حلیف قبائل کے پاس قاصد بھیج دیئے کہ تیار ہو کر مدینہ آ جائیں۔ لیکن یہ احتیاط کی گئی کہ یہ اعلان نہیں فرمایا کہ مکّہ کا قصد ہے۔ آپؐ نے یہ بات بالکل مخفی رکھی کہ کدھر جانا ہے! لیکن ایک بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے اُس وقت ایک خطا ہو گئی ______ ان کے اہل و عیال اُس وقت تک مکّہ میں تھے۔ انہوں نے اندازہ کر لیا کہ حضور ﷺ کا ارادہ مکّہ پر چڑھائی کا ہے۔ انہیں خوف لاحق ہوا کہ اب مکّہ میں جو خون ریزی ہو گی تو وہاں میرے اہل و عیال کو بچانے والا کوئی نہیں ہے' اللہ جانے ان کا کیا حال ہو گا۔ اس لئے کہ قریش سب سے پہلے تو مکّہ میں موجود مسلمانوں یا ہجرت کرنے والوں کے اہل و عیال ہی کو ختم کریں گے۔ ان اندیشوں کے پیش نظر انہوں نے قریش پر احسان دھرنے کیلئے مخفی طور پر ایک خط لکھا' جس میں یہ خبر تھی کہ رسول اللہ ﷺ مکّہ پر چڑھائی کی تیاریاں کر رہے ہیں اور آپؐ جلد ہی مکّہ کی طرف کوچ کرنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ

خط ایک عورت کے حوالے کیا کہ وہ خفیہ طور پر مکہ جاکر یہ خط سردارانِ قریش کو پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعے اس کی خبر دے دی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت علی اور ان کے ساتھ تین صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جاؤ فلاں مقام پر تمہیں ایک ہودج نشین عورت ملے گی، جس کے پاس ایک رقعہ ہے، اسے لے کر آجاؤ۔ یہ حضرات گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے وہاں پہنچے۔ وہ عورت سمجھ گئی اور اس نے صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے، یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تمہارے پاس کوئی خط نہ ہو، اگر تم نہیں دو گی تو ہم تمہیں برہنہ کر کے تلاشی لیں گے۔ یہ دھمکی سن کر اس نے بالوں کی چٹیا سے خط نکال کر پیش کر دیا۔ یہ خط لے کر حضرت علی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خط سن کر تمام صحابہؓ کو حضرت حاطبؓ کی جانب سے افشائے راز پر حیرت بھی ہوئی، رنج بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آکر بیتاب ہو گئے اور انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : اے عمرؓ! جانتے نہیں ہو کہ یہ بدری ہیں اور اللہ تعالیٰ اہل بدر کو مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ان کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطبؓ سے باز پرس فرمائی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ! مجھ سے اس اندیشہ کے سبب سے یہ خطا ہو گئی ہے، جس پر میں نادم بھی ہوں اور توبہ بھی کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کو معاف کر دیا گیا۔

مکہ کی طرف کوچ

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر حضورؐ کے ہمرکاب تھا۔ یہ رمضان ۸ھ ہے۔ واقعہ ہجرت کو دس برس اور مسلح تصادم (Armed Conflict) کے مرحلے کو شروع ہوئے صرف چھ سال بیتے ہیں۔ سیرتِ

مطہرہ میں بہت سے غزوات اور سرایا کا ذکر ملتا ہے لیکن ان تمام جنگوں میں جانی نقصان مجموعی طور پر چند سو سے زیادہ نہیں ہوا۔ کفار کی طرف سے جو لوگ قتل ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے جو شہید ہوئے ان کی مجموعی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اگرچہ کئی بار خوں ریزی ہوئی' لیکن اموات (Casualties) کی گنتی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک غیر خونیں (Bloodless) انقلاب تھا۔ سب سے زیادہ خون ریزی اگر ہو سکتی تو فتح مکہ کے وقت ہوتی۔ اس لئے کہ جو خون کے پیاسے تھے' جو جانی دشمن تھے' وہ سب کے سب مکہ میں موجود تھے۔ ان میں وہ شخص بھی تھا جس کے دھوکہ سے پھینکے ہوئے برچھے سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تھے' یعنی وحشی۔ ان میں وہ خاتون بھی تھی یعنی ہندہ بنت عتبہ' زوجہ ابو سفیان کہ جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کا مثلہ بھی کرایا تھا اور آپؓ کا کلیجہ چبانے کی کوشش بھی کی تھی۔ چنانچہ اُس وقت مکہ والوں کو یہ اندیشے لاحق تھے کہ اب کیا ہوگا! ان پر شدید خوف اور اضطراب طاری تھا۔

اسلامی لشکر مکہ کی راہ میں

اثنائے راہ میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب ملے' جو مسلمان ہو کر اپنے اہل و عیال سمیت مکہ سے ہجرت کر کے آرہے تھے۔ مزید آگے گئے تو آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی ابو سفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن امیہ ملے۔ یہ دونوں مکہ میں آپؐ کو سخت اذیت پہنچایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے۔ لیکن جب دونوں بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے معافی کے طالب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔

ابوسفیان کا قبولِ اسلام

دس ہزار قدسیوں اور جان نثاروں کے جلو میں جب کوکبِ نبویؐ نہایت عظمت و شان کے ساتھ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا تو تحقیق کے لئے قریش کی طرف سے ابو سفیان' حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ کے بھتیجے) اور بُدَیل بن ورقہ چھپ

چھپا کر اہل ایمان کے لشکر تک پہنچے۔ ابو سفیان کو مسلمانوں نے پہچان لیا اور گرفتار کر کے دربارِ رسالت میں پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیمہ میں آکر عرض کیا کہ حضور! اللہ اور اس کے رسول کے اس دشمن کے قتل کا حکم دیجئے تاکہ کفر کے بالکلیہ استیصال کا آغاز ہو جائے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جان بخشی کی درخواست کی ـــــ ابو سفیان کا سابقہ کردار اور ان کی اسلام دشمنی سب کے سامنے عیاں تھی۔ ان کا ایک ایک فعل انہیں قتل کا مستوجب ثابت کرتا تھا۔ لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز تھی اور وہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت' رحمت اور عفو کا جو ہر جو ابو سفیان کو دل ہی دل میں اطمینان دلا رہا تھا کہ خوف کا مقام نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حَسنہ سے دل پہلے سے گھائل تھا۔ حق کا بول بالا اور اسلام کی فتح و سربلندی نگاہوں کے سامنے تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جگری دوست تھے' ان کی ترغیب اور ان تمام چیزوں نے اس آہنی چٹان کو پگھلا دیا اور وہ بالآخر دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور مؤمنِ صادق ثابت ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــــ غزوۂ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوئی جو عہد خلافت راشدہ میں جنگ یرموک (شام) کے موقع پر بالکل جاتی رہی۔

یوم المرحمۃ

علی الصبح جب لشکر اسلام مکّہ کی طرف بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تاکہ وہ افواجِ الٰہی کا جلال اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ نیز مکّہ میں داخل ہوتے ہی اعلان کر دیا جائے کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا ابو سفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا یا حرمِ کعبہ میں داخل ہو جائے گا تو اس کو امن دیا جائے گا۔

اہلِ ایمان کی فوجیں الگ الگ پرچموں تلے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتی ہوئی مکّہ کی طرف بڑھ رہی تھیں اور حضرت ابو سفیانؓ ان کو دیکھ دیکھ کر متحیر ہو رہے تھے۔ جب انصار کے قبیلہ خزرج کا لشکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں گزرا جن کے ہاتھ میں علم تھا اور انہوں نے ابو سفیان کو دیکھا تو بے اختیار پکار اُٹھے :

اليومَ يومُ المَلحمة

اليومَ تستحلّ الكعبة

"آج خون بہانے کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا"۔

مختلف لشکروں کے پیچھے کوکبِ نبوی نمودار ہوا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام علمبردار تھے۔ حضرت ابو سفیانؓ کی نظر جب جمال مبارک پر پڑی تو پکار اٹھے کہ حضورؐ! آپ نے سنا کہ سعد یہ کہتے ہوئے گزرے ہیں کہ "اليوم يوم الملحمة۔ اليوم تستحل الكعبة" نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں سعد نے صحیح نہیں کہا بلکہ

اليومَ يومُ المَرحمة

وَاليومَ يومٌ تعظّم فيه الكعبة

"آج کا دن رحمت کا دن ہے اور آج کا دن وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی"۔

ملحمہ بنا ہے لحم سے۔ ملحم جانوروں کے ذبح خانہ اور اس مقام کو کہتے ہیں جہاں ذبیحہ کے پارچے یا قیمہ بنایا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی وزن پر رحم اور رحمت کے لفظ سے اس دن کو "یوم المرحمۃ" قرار دیا۔ یعنی رحم، رحمت اور شفقت کا دن ——— ساتھ ہی حضور ﷺ نے حکم دیا کہ سعد بن عبادہؓ سے علم لے کر ان کے بیٹے قیسؓ کو دے دیا جائے۔

ایک معمولی جھڑپ

اہل اسلام کے تمام لشکر پُر امن طور پر مکہ میں داخل ہو گئے۔ یہ تمام لشکر مکہ کے بالائی حصہ سے داخل ہوئے تھے، جب کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو لشکر تھا وہ مکہ معظمہ کے زیریں حصہ سے شہر میں داخل ہونے کے لئے آیا۔ قریش کے ایک گروہ نے اس لشکر پر تیر برسائے۔ چنانچہ تین صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے۔ حضرت خالدؓ نے مجبور ہو کر اس گروہ پر حملہ کیا اور یہ لوگ تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ نبی رحمت ﷺ نے جب تلواروں کی چمک دیکھی اور جھنکار سنی تو تحقیق حال فرمائی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ ابتداء مخالفین کی جانب سے ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ "قضائے الٰہی یہی تھی"۔

فتحِ مبین کا اتمام

اللہ کی شان دیکھئے ‘جس مکہ میں آٹھ سال قبل حضور ﷺ کے قتل کا فیصلہ ہو گیا تھا اور جہاں سے نبی اکرم ﷺ نے راتوں رات چھپ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی ‘ پھر غارِ ثور میں تین دن پناہ لینی پڑی تھی جس کے دہانے تک کھوجی کفارِ مکہ کو لے آئے تھے اور جہاں سے اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر حضورؐ کو بچایا تھا جب آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کا اضطراب دیکھ کر ان سے وہ جملہ فرمایا تھا جو توکّل علی اللہ کا شاہکار ہے کہ : "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" اسی مکہ میں آٹھ سال بعد رمضان المبارک ۸ھ میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیتِ فاتح داخل ہو رہے ہیں۔ فرطِ تواضع اور عجز و انکساری کا یہ عالم ہے کہ روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ کی پیشانی مبارک گھوڑے کے ایال کو مس کر رہی تھی۔ زبان مبارک پر ترانہ حمد جاری تھا۔ دنیا نے اس سے قبل ایسا کوئی فاتح کبھی دیکھا تھا اور نہ قیامت تک دیکھ سکے گی۔

بیت اللہ کی بُتوں سے تطہیر

رسول اللہ ﷺ انصار و مہاجرین کے جلو میں مسجد حرام کے اندر تشریف لائے ‘اس وقت آپؐ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی۔ وہ حرم محترم جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے بت شکن نے اللہ واحد کی پرستش کے لئے تعمیر فرمایا تھا‘ اس کے آغوش میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ لیکن اب رسول اللہ ﷺ کے لئے موقع تھا کہ اپنے جدِّ امجد کی سُنّت کی تجدید فرمائیں۔ چنانچہ حضورؐ ایک ایک بت کو اپنی کمان سے ٹھوکے دے کر گراتے جاتے اور زبان مبارک سے پڑھتے جاتے تھے :

﴿ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ ﴾ (بنی اسرائیل:۸۱)
"حق آگیا اور باطل مٹ گیا‘ اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی"[۱]

---

(۱) صحیح بخاری میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید "حق آگیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہو گئی"۔ (مرتب)

عین خانہ کعبہ کے اندر بہت سے بت رکھے تھے اور اندر دیواروں پر تصویریں بھی بنی ہوئی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے حکم دیا کہ سب بت نکلوائے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر جتنی تصویریں تھیں مٹا دیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام بت اٹھا اٹھا کر باہر پھینک دیئے۔

چند دنوں بعد اُن تمام بتوں کو بھی پاش پاش کرا دیا گیا جن کے استھان اطرافِ مکّہ میں مختلف مقامات پر قائم تھے۔ اس طرح عرب میں اسلام کی انقلابی دعوتِ توحید کی تکمیل ہو گئی۔ شرک اور بت پرستی کا طلسم ختم ہوا اور شرک کی بنیاد پر جو استحصالی نظام قائم تھا اس کا استیصال ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کا قریش سے خطاب

کعبہ مشرفہ کی بتوں سے تطہیر کے بعد آپؐ نے اس کے اندر نماز ادا کی' پھر دروازہ کھول کر کھڑے ہو گئے اور مسجد حرام میں کھچا کھچ بھرے ہوئے قریش سے خطاب فرمایا۔ مکّہ میں داخلہ کے بعد عرب کے بے تاج بادشاہ' سرورِ عالم رحمۃٌ للعالمین ﷺ نے خلافتِ الٰہی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد جو پہلا خطاب فرمایا اس کے مخاطب درحقیقت صرف اہلِ مکّہ ہی نہیں بلکہ سارا عالم تھا۔ ارشاد ہوتا ہے :

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اَلَا كُلُّ مَاْثَرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُدْعٰى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سَدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ الحَاجِّ.....))

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا' اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے تنہا تمام جتھوں کو توڑ دیا۔ آگاہ ہو جاؤ! (اب) تمام مفاخر' تمام انتقامات' خون بہائے قدیم سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا بِالْآبَاءِ' اَلنَّاسُ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ))

"اے قومِ قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسبت کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ الحجرات کی یہ آیت پڑھی :

﴿ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○ ﴾

(الحجرات : ۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ۔ تحقیق اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ (اللہ کا) تقویٰ رکھتا ہو۔ (یعنی اس کے فرامین کی خلاف ورزی سے سب سے زیادہ بچتا ہو۔) بے شک اللہ دانا اور واقف کار ہے۔"

خطبہ مبارک کے بنیادی مطالب و مفاہیم

اس مختصر سے خطبہ میں اسلام کے انقلابی دعوت و پیغام کے چند اہم اصول بیان ہو گئے۔ دین اسلام کا اصل الاصول توحید ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی حاکم نہیں، کوئی مقنن نہیں، کوئی دستگیر نہیں، کوئی خالق و مالک نہیں ـــــ لفظ الٰہ میں یہ تمام مفاہیم موجود ہیں۔ ساتھ ہی شرک جیسے اکبرا لکبائر کی تردید بھی آ گئی۔ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا بیان بھی آ گیا۔ پرانی عداوتوں اور انتقام کی پُرزور مذمت بھی آ گئی۔ مفاخر قومی و نسبی کی بیخ کنی بھی ہو گئی۔ اور آپؐ نے جاہلیت کی ان تمام جہالتوں کے متعلق فرمادیا کہ "میں نے ان تمام چیزوں کو پاؤں تلے کچل دیا۔"

ظہورِ اسلام سے پہلے عرب ہی نہیں تمام دنیا میں نسل، قوم اور خاندان کی تمیز کی بنا پر فرق و تفاوت اور امتیازات و مراتب قائم تھے۔ جیسے ہندو دھرم میں چار مستقل ذاتیں تاحال قائم ہیں، ان میں سے کوئی ذات کسی دوسری ذات میں ضم نہیں ہو سکتی۔ یہ مستقل اور دائمی ہیں۔ ان میں شودر کو اچھوت کا درجہ دیا گیا ہے جو غلیظ اور ناپاک جانوروں سے بھی کم تر ہے۔ پوری دنیا پر اسلام کا یہ احسان ہے کہ اس نے دنیا کو کامل انسانی مساوات

کے اصول سے روشناس کرایا اور نبی اکرم ﷺ اور خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم نے اس اصول پر اسلامی حکومت کو عملاً چلا کر دنیا کے سامنے حجت پیش کر دی کہ نسل' رنگ' زبان' وطن' پیشے اور جنس کی بنیاد پر کوئی اونچا ہے نہ نیچا ہے' سب برابر ہیں' سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔

حضور ﷺ کا حلم اور عفو

خطبہ کے بعد فاتح مکہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کی طرف دیکھا۔ جبارانِ قریش سامنے تھے۔ فرمایا کہ تمہارا کیا گمان ہے کہ میں آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ یہ لوگ اگرچہ شقی' بے رحم اور ظالم تھے' لیکن مزاج شناس بھی تھے۔ لہٰذا بے اختیار پکار اُٹھے : اخٌ کریمٌ وابنُ اخٍ کریمٍ "آپؐ شریف اور بامروت بھائی ہیں اور ایک شریف اور بامروّت بھائی کے بیٹے ہیں۔" رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں آج تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی: لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ "آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے" اور اذھبوا فانتم الطلقاء "جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

ان میں وہ لوگ بھی تھے جو اسلام کی انقلابی دعوت کے دلی دشمن اور اس کے مٹانے کے درپے تھے۔ وہ بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ پر طنز و تعریض کیا کرتے اور حضورؐ پر تضحیک و تمسخر اور استہزا کے تیر برسایا کرتے تھے' حتیٰ کہ دشنام طرازی تک کیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کی تیغ و سنان نے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ (صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں اور اہل ایمان کو شہید کیا تھا۔ وہ بھی تھے جو پیکر قدسی ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھاتے تھے۔ وہ بھی تھے جو تلاوتِ آیاتِ الٰہی اور وعظ و دعوت کے موقع پر شور و غل اور مذاق و ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو دہکتی آگ' تپتی چٹانوں اور جلتی ریت پر لٹا کر ان کی پیٹھوں اور سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینۃ النبیؐ کے چھوٹے سے شہر کی دیواروں سے آ آکر ٹکراتا تھا ــــــ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم' رافت

ورحمت اور عفو کا یہ کرشمہ ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں : لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ' آج کے دن تم پر کوئی الزام ہے اور نہ ہی کوئی ملامت ہے۔ میں آج تمہیں زبانی بھی کوئی دکھ پہنچانا نہیں چاہتا کہ پچھلی کوئی بات یاد دلا کر تمہیں شرمندہ و شرمسار کروں ـــــ کون نہیں جانتا کہ بسا اوقات جسمانی ایذا سے کہیں زیادہ تکلیف دہ زبانی ایذا ہو جاتی ہے۔ اجرائے وحی کے ابتدائی تین سال تک رسول اللہ ﷺ زبانی ایذاء کا ہدف بنے رہے تھے' جس پر قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کی دلجوئی کے لئے آیات نازل ہوا کرتی تھیں۔ حضور ﷺ چاہے کوئی جسمانی ایذا نہ پہنچاتے لیکن اس موقع پر چند جملے ایسے ارشاد فرما سکتے تھے جو قریش کی ذہنی ایذاء کا سبب بن سکتے تھے۔ لیکن رؤف و رحیم اور کریم رسول ﷺ کی شرافت و مروت نے یہ بھی گوارا نہیں کیا اور قریش کے اس سہمے ہوئے اور خوف زدہ مجمع سے فرمایا تو یہ فرمایا : "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءَ"

اشتہاری مجرم

سیرت کی کتابوں میں بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ اہل مکہ کو امن عطا فرما دیا تھا لیکن چند لوگ ایسے بھی تھے جن کے متعلق یہ حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ مختلف روایات میں ان کی مختلف تعداد آتی ہے' البتہ اکثر روایات میں دس لوگوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے چھ خلوص دل سے ایمان لے آئے اور انہیں معافی مل گئی۔ ان ایمان لانے والوں میں وحشیؓ بھی تھے جو اسد اللہ و اسد رسولہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تھے۔ بعد میں ان ہی کے ہاتھوں مسیلمہ کذاب واصل جہنم ہوا جو جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سرخیل تھا۔ صرف چار شخص قتل ہوئے' تین مرد اور ایک عورت۔ مَردوں میں سے ایک نے منافقانہ طور پر ایمان لا کر جنگ میں کہیں چھپ کر ایک انصاری کو قتل کیا تھا۔ ایک وہ تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ شرارت کی تھی جب کہ وہ ہجرت کر رہی تھیں۔ ان کو اونٹوں سے گرا دیا تھا جس کے نتیجے میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ ایک لونڈی تھی جو فاحشہ بھی تھی اور مغنیہ بھی' جو نبی اکرم ﷺ کی ہجو میں نہایت شرمناک گیت گایا کرتی تھی۔

نصرٌ من اللہ وفتح قریب کا کامل ظہور

فتح مکہ کی صورت میں اندرونِ ملکِ عرب انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل ہو گئی۔ اور سورۃ الصف میں جو غزوۂ احزاب اور سورۃ الاحزاب سے متصلاً بعد نازل ہوئی' ان الفاظ مبارکہ میں جو بشارت دی گئی تھی کہ ﴿وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وہ بشارت پوری ہو گئی۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان رکھنے والوں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں صفیں باندھ کر اس طرح قتال کرنے والوں کو جیسے سیسہ پلائی دیوار ہوں' آخرت میں لغزشوں اور خطاؤں کی مغفرت' دخول جنت اور جناتِ عدن کے پاکیزہ گھروں میں خلود و سکونت کے وعدوں کے ساتھ ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں اصل کامیابی ہے ﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ اس دنیا میں بھی نصرتِ الٰہی اور فتح قریب کی نوید جاں فزا سنائی گئی تھی جو فطری اعتبار سے انسان کو بڑی محبوب ہوتی ہے۔ چنانچہ فتح مکہ کی صورت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نگاہوں کے سامنے اس بشارت کا ظہور ہو گیا۔ گویا اس طرح ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ کا اکمال و اتمام ہو گیا اور جزیرہ نمائے عرب کی حد تک انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تکمیل ہو گئی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

بحمد اللہ اب

ڈاکٹر اسرار احمد

کے تازہ ترین دروس اور خطابات بذریعہ **انٹرنیٹ**

پوری دنیا میں اس پتہ پر سنے جا سکتے ہیں

www.tanzeem.org.pk

المعلن : ناظم شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

دُعا

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

دُعا بظاہر ایک دینی اصطلاح ہے اور اہلِ دنیا اسے نیکوں' نمازیوں' صوفیوں اور مولویوں کا وظیفہ گردانتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ غریب' محتاج' سائل اور کمزور لوگوں کا نفسیاتی سہارا۔ یہ بلاشبہ پاکبازوں اور صوفیوں کا وظیفہ ہے اور محتاج اور بے وسیلہ لوگوں کی روحانی ڈھارس' لیکن بات یہاں آکر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ دُعا وہ وظیفہ ہے جو بندے کو احساس بندگی دلاتا اور رحمت حق کو مہمیز دیتا ہے۔ دُعا وہ نقطۂ اتصال ہے جو بندے کی تمنا اور اللہ کی عطا کو ایک جگہ جمع کر دیتا ہے۔ دُعا وہ حالت ہے جب بندہ اللہ سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کی رحمت بڑی دیر تک کان لگائے رہتی ہے۔ بندہ جو باتیں کسی انسان سے نہیں کہہ پاتا وہ بے تکلّف اپنے مالک و مولا سے بیان کر دیتا ہے۔ بعض اوقات کوئی ضرورت مند' کوئی محتاج' کوئی کارگہِ حیات میں پچھڑ جانے والا' کوئی غریب' کوئی مسکین اور کوئی سفید پوش اپنے جیسے یا اپنے سے بڑھ کر کسی دولت منداور کسی خوشحال شخص سے اپنی ضرورت بیان کر بھی دے تو دونوں صورتوں میں اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے' خواہ اسے جھڑک یا ٹال دیا جائے یا اسے کچھ عطا کر دیا جائے۔ ٹالے جانے کی صورت میں تو وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا اور عطا کئے جانے کی شکل میں وہ سر جھکانے پر مجبور ہوتا ہے۔ مگر بارگاہ ایزدی سے نہ تو کبھی ڈانٹ پڑتی ہے نہ کسی کو جھڑک دیا جاتا ہے اور حسبِ تمنا عطا کر دینے پر بھی بندے کو پشیمان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کا دراصل مان بڑھایا جاتا ہے کہ بندہ اپنے رب پر مان نہ کرے تو کس پر کرے؟ اس کو عطائے ذاتِ لم یزل پر ناز نہ ہو تو کس پر ہو؟ اس کی حجت دربارِ خداوندی سے پوری نہ ہو گی تو اور کہاں ہو گی؟ ؎

اور جتنے بھی سہارے ہیں سبک کرتے ہیں
عزّتِ نفس بڑھاتا ہے سہارا تیرا

بسااوقات رشتہ دار ضروریات پوری کر دیتے ہیں' احباب آڑے وقت میں کام آجاتے ہیں' محلے دار ڈھال بن جاتے ہیں' دفتری رفقاء مدد کر دیتے ہیں' رحم کھانے والے بھی ہاتھ تھام لیتے ہیں' سخی لوگ ہاتھ کی میل سمجھ کر کچھ دے دیتے ہیں' خدا ترس بندے بھی ہاتھ بٹا دیتے ہیں' آخر اسباب کی دنیا ہے کوئی نہ کوئی حیلہ بروئے کار آجاتا ہے' مگران میں سے ہر ایک کبھی نہ کبھی عنوان بدل بدل کر احسان جتاتا اور اپنا آپ دکھاتا ہے۔ رہ گئی ذات باری تعالیٰ' وہ دیتی بھی ہے اور بندے پر خوش بھی ہوتی ہے کہ اس نے مجھے پکارا' اس نے مجھے بلایا' اس نے مجھے یاد کیا اور اس نے مجھ سے مانگا۔ اس کے ہاں تو کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ؎

آتا ہے فقیروں پہ اسے پیار کچھ ایسا
خود بھیک دے اور خود کہے منگتے کا بھلا ہو

اسی مفہوم کی ایک حدیث بھی ہے "اللہ اس بندے سے ناراض ہوتا ہے جو اس سے نہ مانگے" یعنی لوگ مانگنے پر منہ بناتے اور اکتاتے ہیں جبکہ خدا مانگنے پر خوش' دستِ سوال دراز کرنے پر مسرور اور دُعا کرنے پر راضی ہوتا ہے۔ کسی سائل و محتاج کے سوال اور اظہارِ مدّعا پر وہ فرشتوں کی مجلس میں بندے کی عزتِ نفس کا مذاق نہیں اڑاتا بلکہ انہیں گواہ بنا کر کہتا ہے :

"فرشتو! میرے بندے نے مجھ سے سوال کیا میں اس سے بہت خوش ہوں' جاؤ اسے خوشخبری دے دو کہ جو کچھ اس نے مانگا وہ بھی اسے دے دیا گیا اور جو وہ بھولے سے مانگ نہیں پایا وہ بھی عطا کر دیا گیا"۔

ہر شخص کو یہ احساس ہے کہ دنیا میں کسی سے کچھ مانگنا کس قدر اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے' آدمی گلے تک زمین میں گڑ گڑ جاتا ہے' پیشانی پر پشیمانی سے کتنے بڑے بڑے گومڑ نکل آتے ہیں' زبان کس قدر ہکلاتی اور تھتھلاتی ہے' کانوں کی لویں شرم سے تپ جاتی ہیں' آنکھوں کی پتلیاں کس بے بسی سے گردش کرتی دکھائی دیتی ہیں' سانس کے ساتھ آواز بھی بے ترتیب ہو جاتی ہے' دل کی دھک دھک سے سینہ پھٹنے کو جاتا ہے' ماتھے کا عرقِ انفعال ڈوبنے کو کافی ہوتا ہے' بولتے ہوئے ہونٹوں کا کھنچنا اور بھنچنا قیامت سے

کم نہیں ہوتا' خدا کسی کو کسی کا محتاج نہ کرے' ؏

شالا مسافر کوئی نہ تھیوے ککّھ جنہاں تیں بھارے ہُو

لیکن وہی محتاج انسان جب بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے' کھل کر روتا ہے مگر شرمندہ نہیں ہوتا اُلٹا دل کا غبار ڈھل جاتا ہے' گڑگڑاتا ہے مگر ہچکچاتا نہیں' بندہ دھاڑیں مار کر روتا ہے مگر مہربان رب اس کا داغ ندامت ہمیشہ کے لئے دھو دیتا ہے' وہ کہنیاں زمین پر رگڑتا ہے مگر خدا اس کا مان رکھتا ہے' وہ عاجزی سے گال زمین پر ٹیکتا ہے غفور و رحیم خدا اسے حقارت سے نہیں بہت پیار سے دیکھتا ہے' وہ جس قدر بے بسی سے ہاتھ پھیلاتا ہے رؤف و کریم بڑی تیزی سے اس کے قریب آجاتا ہے' اس کی جناب سے ملتا تو ہے ہی پر مرحلۂ دعا اس عطا سے کہیں بڑھ کر کیف آگیں اور روح افزا ہوتا ہے ؎

کیسے مزے کے دن تھے کہ راتوں کو صبح تک

میں تھا' تری جناب تھی' دستِ سوال تھا

بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندے کا ذوق طلب بڑھانے اور آتشِ شوق بھڑکانے کے لئے دعا کی قبولیت میں تاخیر کر دیتا ہے۔ یہ تاخیر بندے کے لئے تعزیر نہیں اس کی دعا کو اکسیر بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ مالکُ الملک یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ بندہ واقعی مجھے سب کچھ سمجھتا ہے یا ابھی کسی اور سے بھی آس لگائے بیٹھا ہے اور محض میری رحمت کو ٹٹولنے آیا ہے۔ ایک فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق تین بار تو اللہ تعالیٰ اپنا رُخِ رحمت اِدھر اُدھر کرتا ہے مگر چوتھی بار اس کا کرم چھلک پڑتا ہے اور بندے کی کشت زارِ آرزو کو سیراب کر دیتا ہے۔ بعض بندے بڑے عجلت پسند اور تھڑدلے ہوتے ہیں' اپنی اس ادا سے وہ رحمت حق کو تو نہیں البتہ خود کو آزمائش میں ڈال لیتے ہیں' ورنہ اللہ تو سیاہ راتوں میں چلنے اور سیاہ پتھر میں بسیرا کرنے والے حقیر کیڑے کی سنتا رہتا ہے' بھلا وہ اشرف المخلوقات انسان کی کیوں نہ سنے؟ انسان خواہ سیہ کار ہو یا نیکو کار' تہجد گزار ہو یا ناہنجار' پرہیزگار ہو یا رسوائے روزگار' خوش اطوار ہو یا بد کردار' دینے والا منہ دیکھ کر نہیں دیتا' اپنی شانِ کرم دیکھتا ہے۔ اسی لئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی دُعا میں کہتے تھے :

"الٰہی تو میرے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیرے شایانِ شان ہے' وہ نہ کر جس کا میں

حقدار ہوں"

مانگنے کی یہ ادا ہو تو دُعا اشارۂ ابرو سے آگے نہیں بڑھ پاتی' اس سے پہلے قبول ہو جاتی ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ جلدی نہ دکھائے اپنی دردمندی ظاہر کرے' وہ عجلت افروزی سے زیادہ دلسوزی پر زور دے' وہ آشفتہ سر نہ بنے صحیح معنوں میں گداگر بن کر رہے' وہ ساعتیں شمار نہ کرے' ابرِ کرم کے برسنے کا انتظار کرے۔

شیخ سعدی نے ایک حکایت کے پیرائے میں بیان کیا ہے کہ کسی شخص کو شوق چرایا کہ وہ ولی اور مجذوب بن کر مرجعِ خلائق کہلائے اور یہ سب کچھ چند دنوں میں ہو جائے۔ ڈنڈا ڈیرا اٹھایا اور پہاڑ کی کھوہ کو چل دیا' دو چار روز عالمِ استغراق میں رہا' کچھ وظیفہ کیا' چند دُعائیں پڑھیں اور بیٹھ گیا فتوحات کے انتظار میں۔ بھلا ہفتے بھر میں کیا ہونا تھا؟ اس کا تو خیال تھا کہ بس کوئی دن ہو گا لوگ کھنچے چلے آئیں گے' ڈالیاں دوڑتی اور قابیں اچھلتی آئیں گی' دودھ کے مٹکے پہنچ جائیں گے اور آب یخ کی صراحیاں لبالب دھری ہوں گی۔ بھلا کبھی فقر بھی اس مکر سے ہاتھ آیا ہے؟ اور کوئی فقیر اس تدبیر سے بنا ہے؟ وہ شخص طالبِ جاہ تھا' بھوک پیاس سے نباہ نہ کر سکا' وہ خواستگارِ آسائش تھا' آزمائش میں نہ پڑ سکا' فوراً اٹھا پوستین گلے میں حمائل کی' ہاتھ میں کشکول تھاما اور قریب کی بستی میں جا نکلا۔ پہلے ہی در پر صدا دی تھی کہ ایک خونخوار کُتّے سے پالا پڑ گیا' یہ بد کتا جا رہا تھا اور کتا لپکتا آ رہا تھا' یہ پیچھے کو سرکتا' کتا آگے کو مچلتا' تنگ آ کر نام نہاد فقیر نے کتے سے پوچھا کہ میں بے نوا بھکاری ہوں تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ نہ تمہیں جھڑکا' نہ ڈھیلا مارا' نہ ڈانگ اٹھائی' تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟ شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں اس موقع پر قدرت نے کُتّے کو قوتِ گویائی بخشی اور وہ بولا "ارے کم ظرف' تم تو گئے تھے آستانِ رب پر بیٹھنے' اس سے ملنے اور اس سے مانگنے' یہ کیا چار دن میں جی بھر گیا' اور آ گئے ہو غیر اللہ کے در پر' مجھے دیکھو کئی سالوں سے اپنے مالک کی ڈیوڑھی میں بندھا ہوں' کچھ ڈال دیتا ہے تو کھا لیتا ہوں' نہیں ڈالتا تو اسے بھونکتا نہیں ہوں' کئی دن فاقے بھی کاٹتا ہوں' مگر مالک کا در چھوڑ کر کسی دوسرے کی چوپڑی روٹی پر طمع کی نگاہ نہیں ڈالی' اپنے مالک کی چھوڑی ہڈی پر گزارا کیا ہے' جا یہاں سے چلا جا ورنہ تجھے پھاڑ کھاؤں گا۔ تب اس ملمع ساز کی آنکھ کھلی اور چلتا بنا۔

رب کے حضور حاجات کا پیش کرنا یا دُعا مانگنا کمیت نہیں ایک کیفیت ہے' مانگنے کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی عربی ادب کا لبید و جاحظ ہو' فارسی لٹریچر کا رومی و سعدی ہو' انگریزی ادبیات کا ملٹن اور آسکر وائلڈ ہو' اردو کا غالب و ابوالکلام ہو۔ نہیں! کیفیت ایک نابلد محض کی بھی ہو سکتی ہے' گونگا بھی اپنے انداز میں ربِّ کریم کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا ہے' ہکلانے والا شخص بھی اپنا دل کھول کر رکھ سکتا ہے' کج مج بیان بھی سادگی سے اپنا مدعا پیش کر سکتا ہے' رب کی رحمت محض رازی و غزالی رحمہما اللہ کے لئے نہیں اور نہ ہی اس پر جنید و بایزید رحمہما اللہ کا اجارہ ہے۔ یہ لوگ ہزار مقبولِ بارگاہِ الٰہی سہی' اگر خدا صرف ان کی سنتا رہا تو ہم جیسے خاطی و عاصی کس در پہ جائیں گے؟ جبکہ مریض سب سے زیادہ حاذق حکیم کی طرف لپکتا ہے اور طبیب کا سارا سامان طب مریض کے لئے ہوتا ہے' سخی کا دروازہ خوشحالوں کے لئے نہیں ہمیشہ بدحالوں کے لئے کھلتا ہے' ماں کا دریائے شفقت ہنستے کھیلتے بچے کے لئے نہیں روتے بلبلاتے بچے کے لئے جوش مارتا ہے۔ جس طرح ماں کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے بچے کی جائے پناہ اس کی گود ہے' اس کا واحد مرکز شفقت اس کا سینہ ہے اور اس کا واحد سہارا اس کی بانہیں ہیں' چنانچہ ماں بھی بچے کے لئے وقف ہوتی ہے اور بچہ بھی دائیں بائیں نہیں جھانکتا لپک کر سیدھا ماں کی جھولی میں آ گرتا ہے۔ یہی کیفیت اگر بندے کی ہو' رب کو یہ یقین ہو کہ میرے بندے کا اس کے علاوہ کوئی سہارا نہیں اور بندے کا بھی پختہ اعتقاد ہو کہ رب کے علاوہ کوئی لائق بھروسہ نہیں' تو پھر وہ کچھ رونما ہوتا ہے جسے قرآن معجزہ کہتا ہے۔

ایک بچہ جب اپنے باپ سے فرمائش کرتا ہے کہ وہ سکول جاتے ہوئے تھک جاتا ہے' گرمی اسے ستاتی ہے' دوست اسے طعنے دیتے ہیں اور یہ جانے بغیر کہ اس کے باپ کے پاس وسائل ہیں یا نہیں سائیکل کی مانگ کر بیٹھتا ہے۔ پہلے دن باپ اسے نرمی سے سمجھاتا ہے کہ بیٹا پیسے ہوتے تو ضرور سائیکل لے کر دیتا۔ دوسرے دن کی طلب پر ذرا جھڑکنے کے انداز میں کہتا ہے جان من! مجھے علم ہے تمہیں تکلیف ہوتی ہے مگر میری تکلیف اور مجبوری کا بھی خیال کرو۔ اس سے اگلے دن اکتاہٹ کے انداز میں باپ ڈانٹتے ہوئے بتاتا ہے کہ کیا تمہاری سائیکل کے لئے کسی کی جیب کاٹوں؟ کسی کی دیوار

پھلانگوں؟ کسی سے بھیک مانگوں؟ لیکن جب بچہ بول اٹھتا ہے 'ابا جان! میری فرمائش بے جا سہی اور آپ کی مشکل بجا سہی 'مگر کیا کروں مجھے جب بھی کچھ کہنا ہے آپ سے کہنا ہے اور جو مانگنا ہے آپ سے مانگنا ہے' کوئی اور باپ کہاں سے لاؤں کہ اس سے فرمائش کروں؟ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں باپ اپنا دل سینے سے باہر ابلتا ہوا محسوس کرتا ہے' پھر وہ اپنی روز مرہ ضروریات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بیٹے کی دلجوئی کا سامان کرتا ہے۔ یہی کیفیت دراصل بندے کے لئے مطلوب ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کو اپنی عاجزی 'مسکینی' بے بسی' بندگی' حاجت طلبی' اشک ریزی اور خود سپردگی کے باعث ایسے موڑ پر لے آئے تو پھر رحمتِ خداوندی چھلک چھلک پڑتی ہے اور لہک لہک اٹھتی ہے۔ بندہ پہلے اظہارِ بندگی تو کرے پھر شانِ خداوندی کا نظارہ کرے۔ یہ کیا کہ جھٹ مانگا اور پٹ انتظار میں بیٹھ گیا۔ دُعا جب تک کیفیت نہ بنے' لذت کے سانچے میں نہ بیٹھے اور تمنا کے پیکر میں نہ ڈھلے' پھر وہ دُعا نہ ہوئی محض مدعا بن گیا اور وہ بھی بے رنگ اور بے کیف! بندہ جب اپنے ہاتھوں کو مجسم سوال بنالیتا ہے اور دامن کو کشکول میں بدل دیتا ہے تو پھر ایک آہ سرد اور ایک قطرۂ اشک گرم اس کے سب سے بڑے سفارشی اور قبولیت کے ضامن بن جاتے ہیں۔ دُعا لفظوں کے تکرار کا نہیں بندگی کے اظہار کا نام ہے۔ جب انسان یہ کہنے پر آجائے تو پھر خدا عرش معلٰی سے اتر کر آسمان دنیا پر آجاتا اور اپنے بندے کی دُعا سنتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کس قدر وجد انگیز' ذوق آفریں اور روح پرور ہیں کہ

"اللّٰھم اغفر لمن لا یملک الا الدُعاء"

"اے اللہ! اس شخص کو بخش دے جس کے پاس دُعا کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں"۔

پیارے قارئین! خود ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے بتایئے کہ اللہ کو منانے اور اس کی توجہ پانے کے لئے اس سے بہتر ذریعۂ اظہار کیا ہو سکتا ہے جو پیرایہ بابِ مدینۃ العلم نے اختیار کیا ہے۔

بندہ مال و زر پر اِترائے' خانوادہ و خاندان کا رعب جمائے' عہدہ و منصب کی جھلک دکھائے' قبیلہ و برادری کا حوالہ سنائے اور اپنے نوافل واذکار پر سینہ پھلائے اور پھر کہے

مولا! میری بھی سن' یہ عرض گزاری تو نہ ہوئی دنیا داری ہوئی۔ اللہ کی منشاء یہ ہے کہ میرے بندے تو میرے لئے سب رشتے توڑ کر آ' ساری دنیا تیرے ساتھ نہ جوڑ دوں تو پھر کہنا' تو کاسۂ دل ہر تمنا سے خالی کر کے آ' تیرے دل کو شاہ و والی نہ بنادوں تو پھر کہنا' تو اپنی گردن نیچی کر کے آ' تیری ٹوپی جہاں بھر میں اونچی نہ کر دوں تو پھر کہنا' تو خواہشوں کے آنگن میں جھاڑو پھیر کے آ' میں اس میں بے نیازی کا چاند نہ اتار دوں تو پھر کہنا' تو ایک بار پلکیں بھگو کے آ' تیرے سارے دھونے نہ دھو دوں تو پھر کہنا' تو رشتہ و پیوند کو بھول کے آ میں تجھے کونین میں ارجمند نہ کر دوں تو پھر کہنا' اور تو ایک بار صرف میرا بن کر آ راحت و عظمت دارین تیرے نام نہ کر دوں تو پھر کہنا!!

رحمتِ رب کو پیسہ یا حوالہ درکار نہیں ہوتا بس ایک حیلہ مطلوب ہوتا ہے' اس لئے جہاں دعا کا ساتھ لفظ چھوڑ جاتے ہیں جملے پیچھے رہ جاتے ہیں اور حرف جواب دے جاتے ہیں وہاں کوئی حیلہ کام آ جاتا ہے' خواہ وہ دل کی تیز دھڑکن ہو' جسم کی کپکپی ہو' روح کی بے قراری ہو' آنکھوں کی اشک باری ہو' دامن کا بے ساختہ پھیلاؤ ہو' ہاتھوں کا گدایانہ ارتعاش ہو' لہجے کا اضطراب ہو اور کچھ بھی میسر نہ ہو تو گناہوں کا اعتراف ہی قبولیتِ دُعا کا زینہ بن جاتا ہے۔ بندہ بے صبرانہ ہو' لمحوں میں قطع منازل کا اسے لپکانہ ہو' ذرا لذّتِ انتظار کا آشنا ہو' پھر دیکھے کہ عرش اور فرش کا فاصلہ کیسے گھٹتا ہے' افلاک اور خاک کا کیسے ملاپ ہوتا ہے' اور آقا و بندہ کیسے ہمکلام ہوتے ہیں؟

یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جو کچھ کرتے کماتے ہیں سب کچھ بچوں کے لئے ہو ہے' ان کی سہولت' ان کی خاطرداری اور ان کے مستقبل کے لئے۔ ہم گھر میں مٹھائی او پھلوں کا ٹوکرا لے آتے ہیں' بچوں کے لئے لاتے ہیں مگر جب مانگتے ہیں تو سب کچھ انہیں نہیں دے دیتے' اس لئے نہیں کہ ان کے لئے نہیں لائے بلکہ ان کے لئے جتنا ضرور اور مناسب ہے وہ دیتے ہیں۔ جیب میں ہزاروں روپے ہوتے ہیں لیکن بچوں کو خرچ لئے پانچ دس روپے ملتے ہیں' کیوں؟ کیا یہ سب کچھ بچوں کے لئے نہیں؟ بلاشبہ ان لئے ہے لیکن دیا اتنا جائے گا جتنا ان کے لئے موزوں ہے۔ اسی طرح بلا تشبیہ و مثال' جو کائنات میں ہے سب کچھ بندوں کے لئے ہے۔ اللہ نے یہ سب کچھ اپنی سہولت کے

نہیں جوڑ رکھا' انواع و اقسام کے کھانے' شیریں اور یخ پانی' متنوع ملبوسات' نرم بستر' اونچے بنگلے' میٹھی نیند' ذائقے دار پھل' نظر نواز مناظر' جنت نظیر باغات' گنگناتی آبشاریں' ہفت رنگ قوس قزح' کاروبار' تجارت' پیسہ' دولت' برادری' منصب' عہدہ' تاج و کلاہ' لشکر و سپاہ' سریر و تخت' حریر و زربفت' یہ سب چیزیں بندوں کے لئے ہیں' اللہ ان سب سے بے نیاز ہے۔ بندہ ان میں کچھ بھی مانگے تو ضروری نہیں ہر چیز فی الفور مل جائے۔ بندوں کے لئے جو ضروری ہے وہی دیا جائے گا' جس نے یہ حکمتِ ربّانی پالی گویا اس نے جیتے جی اپنی زندگی جنت بنالی۔ قرآن مجید میں ہے کہ "کئی چیزیں تمہیں بے حد مرغوب ہیں مگر دراصل تمہارے لئے موزوں نہیں اور کئی باتیں جنہیں تم اپنے لئے مکروہ جانتے ہو فی الحقیقت تمہارے حق میں بہتر ہیں"۔ یہ فلسفہ انسان کو وہ شان عطا کر دیتا ہے کہ پھر ؏

"شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی"

والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے' ورنہ خدا دینے پہ آئے تو اس نے بندوں کو کیا نہیں دیا؟ اور کیا نہیں دے سکتا؟ فرعون کو چار سو سال کی عمر بھی دی اور بادشاہت بھی! قارون کو دولت بھی دی اور رعونت بھی' سکندر کے قدموں میں تین چوتھائی دنیا ڈال دی' قیصر کو روم جیسی سلطنت بخش دی' اور کسریٰ کو تاجِ ایران عطا کر دیا۔ کیا یہ باتیں ان کے حق میں گئیں؟ نہیں۔ ان کے مقابلے میں انبیاء کرام علیہم السلام دکھوں میں گھرے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو عمر بھر قوم کی مزاحمت کا سامنا رہا' حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کے ہاتھوں تنگ رہے' حضرت یوسف علیہ السلام کی سربازار بولی لگی' حضرت یعقوب علیہ السلام ہجر یوسف علیہ السلام میں آنکھوں کا نور کھو بیٹھے' حضرت زکریا علیہ السلام آرے کی زد میں آئے۔ ساری کائنات میں اللہ کے سب سے پیارے انسان حضرت محمد ﷺ طائف اور صحنِ کعبہ میں لہولہان ہوئے۔ تین سال شعبِ ابی طالب میں محصور رہے۔ تین سو میل سنگلاخ پہاڑیوں کا سفر کیا جب مکے سے مدینہ کو ہجرت ہوئی۔ نواسۂ رسول حسین رضی اللہ عنہ کو میدانِ کربلا میں حرفِ برملا کہنے پر جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ کیا یہ لوگ گھاٹے میں رہے؟ ہرگز نہیں! یہ لوگ دراصل رازِ الٰہی پانے والے لوگ ہیں' تبھی تو اپنی مراد پا گئے۔ دُعا درحقیقت رازِ الٰہی پانے کی تمنا ہے'

(باقی صفحہ ۵۲ پر)

غلطیوں کی اصلاح کا نبویؐ طریق کار (۸)

تالیف : علامہ محمد صالح المنجد ‘ مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے
نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ مختلف اسلوب

۲۴) فریقین کے درمیان مداخلت کر کے جذبات ٹھنڈے کرنا‘ تاکہ فتنہ بڑھنے سے پہلے ختم ہو جائے :

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر یہ پالیسی اختیار فرمائی ہے کہ جب مسلمانوں میں لڑائی کی نوبت آئی تو آنحضرت ﷺ نے مداخلت کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ جب منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک بہتان لگایا تھا‘ اس واقعہ کی تفصیل میں مذکور ہے : ”اُس دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور عبد اللہ بن اُبَی کے بارے میں فرمایا : ”اے مسلمانو! کون ہے جو اس شخص کی چیرہ دستیوں سے میری عزت بچائے‘ جس نے مجھے میرے گھر والوں کے بارے میں تکلیف پہنچائی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اپنے اہل کے بارے میں صرف بھلائی ہی جانتا ہوں (ان کا کوئی گناہ یا غلطی نہیں جانتا) اور ان لوگوں نے جس شخص کا نام لیا ہے اس کے بارے میں بھی صرف بھلائی ہی جانتا ہوں۔ وہ کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر نہیں آیا“۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : قبیلہ بنی عبد الاشہل سے تعلق رکھنے والے صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر عرض کیا : ”یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ اگر وہ (میرے) قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اور اگر وہ ہمارے برادر قبیلہ خزرج سے ہے تو بھی آپ حکم فرمائیں‘ ہم تعمیل کریں گے“۔ (یہ بات سن کر) قبیلہ خزرج کا ایک آدمی اٹھا‘ حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کی

والدہ اس کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور اس کی چچازاد تھیں' یہ صاحب خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : ویسے تو وہ نیک آدمی تھے' لیکن (اُس دن) قبیلہ کی حمیت جوش میں آگئی۔ انہوں نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا : "تم غلط کہتے ہو' تم اسے ہرگز قتل نہیں کرسکتے۔ اگر وہ تمہارے قبیلہ سے ہوتا تو تمہیں اس کا قتل ہونا کبھی پسند نہ ہوتا"۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا : "تم غلط کہتے ہو' اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ تم تو منافق ہو جو منافقوں کی حمایت کرتے ہو"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : چنانچہ دونوں قبیلے اوس اور خزرج غصے میں آگئے حتیٰ کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپس میں لڑپڑیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے تھے۔ آپ' انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگ خاموش ہوگئے(۸۸)۔

اسی طرح ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں صلح کرانے ان کے محلّے میں تشریف لے گئے' حتیٰ کہ اس کی وجہ سے مسجدِ نبوی میں نماز باجماعت میں تاخیر ہوگئی۔ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے۔ سنن نسائی میں یہی واقعہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں : ایک بار انصار کے دو گھرانوں کے مابین کچھ تلخ کلامی ہوگئی' بات یہاں تک بڑھی کہ دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کی طرف پتھر پھینکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے تو بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑے ہوگئے... الخ(۸۹)

مسند احمد میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا' اور اس نے عرض کیا : بنو عمرو بن عوف کی آپس میں لڑائی ہوگئی ہے اور انہوں نے ایک دوسرے کی طرف پتھر پھینکے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں صلح کرانے کے لئے روانہ ہوگئے... الخ(۹۰)

۲۵) غلطی پر غصے کا اظہار :

جب اصلاح کرنے والا یا عالم آدمی ایک غلط کام ہوتا دیکھے یا کسی سے غلط بات سنے تو ناراضگی کا اظہار کر سکتا ہے' خاص طور پر جب کہ غلطی کا تعلق عقیدے سے ہو۔ اس کی ایک مثال تقدیر کے بارے میں بحث اور قرآن کے بارے میں اختلاف ہے۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' انہوں نے اپنے والد حضرت شعیب بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے تو وہ تقدیر کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ غصہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک اس طرح (سرخ) ہو گیا جیسے انار کے (سرخ) دانے نچوڑ دیئے گئے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا تمہیں اس کام کا حکم دیا گیا ہے؟" یا فرمایا : "کیا تمہیں اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو باہم ٹکرانے لگو؟ تم سے پہلی اُمتیں بھی اسی وجہ سے تباہ ہوئی تھیں"۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا : مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ میں اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔[۹۱]

ابن ابی عاصم نے اپنی تصنیف "کتابُ السُّنّۃ" میں یہ روایت درج کی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے تو وہ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ کوئی ایک آیت کو اپنے موقف کے حق میں پیش کر رہا تھا' کوئی دوسری آیت سے اپنا موقف ثابت کرنا چاہتا تھا۔ آپؐ کا چہرۂ مبارک اسی طرح ہو گیا گویا اس پر انار کے دانے بکھرے ہوئے ہیں۔ فرمایا : "کیا تمہیں اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ یا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے؟ اللہ کی کتاب کو باہم مت ٹکراؤ۔ دیکھو' تمہیں جس کام کا حکم دیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور جس کام سے منع کیا گیا ہے اس سے پرہیز کرو"۔[۹۲]

بنیادی مسائل میں غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کرنے کی ایک مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے جس سے علم کے ماخذ کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل کتاب میں سے کسی

کے پاس سے ایک کتاب مل گئی' وہ نبی اکرم ﷺ کو پڑھ کر سنانے لگے تو حضور علیہ السلام غضبناک ہو گئے اور فرمایا: "خَطَّاب کے بیٹے! کیا تم لوگ بھی اس (شریعت) کے بارے میں ٹامک ٹوئیاں مارو گے؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' میں تمہارے پاس اجلی اور صاف شفاف شریعت لے کر آیا ہوں۔ تم ان (اہل کتاب) سے کچھ نہ پوچھو' ممکن ہے وہ تمہیں صحیح بات بتائیں اور تم اس کو جھٹلا دو یا وہ غلط بات بتائیں اور تم اسے سچ مان لو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا"۔ (۹۳)

دارمی نے بھی یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے آئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! یہ تورات کا نسخہ ہے"۔ آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک متغیر ہونا شروع ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر' تو گُم ہو جائے' تم رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی کیفیت نہیں دیکھ رہے؟" عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے رُوئے اَقدس پر نظر ڈالی تو (فوراً) بول اٹھے: "اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر' اسلام کے دین ہونے پر اور مُحمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں مُحمد (ﷺ) کی جان ہے' اگر موسیٰ بھی تمہارے سامنے آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو' تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو ضروری میری پیروی کرتے۔ (۹۴)

اس حدیث کی تائید حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے کچھ ورق لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یہ تورات کے کچھ ورق ہیں جو مجھے بنو زریق سے تعلق رکھنے والے اپنے ایک دوست سے ملے ہیں۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی کیفیت تبدیل ہو گئی (یعنی غصہ کے آثار ظاہر ہو گئے)۔ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ ـــــ جنہیں خواب میں اذان دکھائی گئی تھی ـــــ انہوں نے فرمایا: "کیا اللہ نے تمہاری عقل ختم کر دی ہے؟

کیا تم اللہ کے رسول ﷺ کے چہرۂ مبارک کی کیفیت نہیں دیکھ رہے؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا : "ہم اللہ کی ربوبیت پر' اسلام کے دین ہونے پر' محمد ﷺ کی نبوت پر اور قرآن کی امامت پر راضی ہیں"۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی ختم ہو گئی۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا : "قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ (ﷺ) کی جان ہے' اگر موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے درمیان موجود ہوں' پھر تم ان کی پیروی کرنے لگو اور مجھے چھوڑ دو' تو بہت زیادہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اُمتوں میں سے تم میرے حصہ میں آئے ہو اور نبیوں میں سے میں تمہارے حصہ میں آیا ہوں"۔ (۹۵)

اس واقعہ سے مربّی کا ایسا کردار سامنے آتا ہے جسے حاضرین کی تائید حاصل ہے' جنہوں نے مربّی کے چہرہ کے تاثرات دیکھ کر ایک موقف اختیار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جسے نصیحت کرنا مقصود ہے وہ جب ان تمام امور کو بیک وقت ملاحظہ کرتا ہے تو اس کے دل پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اگر مندرجہ بالا واقعہ کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو اس میں مندرجہ ذیل مراحل نظر آتے ہیں :

۱) غلطی سامنے آنے پر جنابِ رسول اللہ ﷺ پر اس کا شدید اثر ہوا اور کلام فرمانے سے پہلے ہی آنحضرت ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہو گئے۔

۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو فوراً محسوس فرمالیا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی۔

۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا' اور انہوں نے فوراً اصلاح کر کے معذرت کی' اور اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے اس بنیادی اصول کا اظہار فرما دیا کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی خوشنودی مطلوب ہے اور وہ دین اسلام سے خوش ہیں۔

۴) نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی محسوس فرمالی ہے اور اس سے رجوع کر لیا تو حضور علیہ السلام کا چہرۂ مبارک خوشی سے دمکنے لگا۔

۵) نبی اکرم ﷺ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بنیادی اصول کی تائید فرمائی اور اس کی تاکید فرماتے ہوئے یہ واضح کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت کی پیروی واجب ہے' اور

علم کے دوسرے نام نہاد مآخذ سے بچنا ضروری ہے۔

غلط کام دیکھ کر آنحضرت ﷺ کے ناراض ہو جانے کی ایک اور مثال صحیح بخاری میں مذکورہ واقعہ ہے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قبلہ کی طرف (دیوار پر) بلغم لگا دیکھا، حضورؐ کو یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا، حتیٰ کہ آپؐ کے چہرۂ مبارک سے اس کا اظہار ہوا۔ آپؐ نے اٹھ کر اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ دیا اور فرمایا: "جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے باتیں کر رہا ہوتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کو قبلہ کی طرف ہرگز نہیں تھوکنا چاہئے بلکہ بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے"۔ پھر آپؐ نے اپنی چادر کا ایک کونا پکڑ کر اس میں تھوکا، اور اس کے ایک حصہ کو دوسرے پر پلٹ دیا اور فرمایا: "یا اس طرح کرلے"۔(۹۶)

نبی اکرم ﷺ کو جب ایک غلطی کا علم ہوا، جس کے نتیجہ میں ایک خرابی پیدا ہو رہی تھی، تو آنحضرت ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس کی مثال صحیح بخاری کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ انصاری سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں تو فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں (باجماعت ادا نہیں کر سکتا) کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے"۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو وعظ کے دوران کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنے اس دن ناراض ہوئے۔ پھر فرمایا: "لوگو! تم میں سے کچھ لوگ نفرت پھیلانے والے ہیں، جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے وہ مختصر (قراءت وغیرہ) کرے، ان میں بوڑھے، کمزور اور کام والے بھی ہوتے ہیں۔(۹۷)

اگر مسئلہ پوچھنے والا آدمی حد سے زیادہ تکلّف کا شکار ہو اور خواہ مخواہ سختی میں گرفتار ہو تو مفتی کا اظہارِ غضب بھی اسی قبیل سے ہے۔ حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اَعرابی خدمت نبوی میں حاضر ہوا، اور گری پڑی چیز کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ایک سال تک اس کا اعلان کر، اس کے بعد اس کا ظرف (مثلاً رقم کا بٹوہ وغیرہ) اور بندھن (یعنی کسی چیز سے باندھا گیا ہے) وغیرہ یاد

رکھ۔ اگر اس کا مالک آکر تجھے (نشانیاں) بتادے (تو ٹھیک ہے' اس کی چیز اسے دے دی جائے)' ورنہ اسے خرچ کرلے"۔ اس نے کہا : "اے اللہ کے رسول! گم شدہ بکری ملے تو؟ فرمایا" وہ تیری ہے' یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے"۔ اُس نے کہا : "اور گم شدہ اونٹ؟" آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک غصے سے تمتما اٹھا' فرمایا : "تجھے اس سے کیا غرض؟ اس کی مَشک اور اس کے جوتے اس کے ساتھ ہیں' (چشموں سے) پانی پی لے گا اور درختوں سے (پتے وغیرہ) کھالے گا!"(۹۸)

غلطی واقع ہونے پر یا اس کا علم ہوتے ہی' مربّی کا متوازن ردِّ عمل' جس کا اثر اس کی آواز اور اندازِ کلام میں ظاہر ہو رہا ہو' یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں برائی کے خلاف نفرت موجود ہے اور وہ اس پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اس سے حاضرین کے دلوں میں اس برائی سے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور مربی کی اس جذباتی کیفیت کا ان کے دلوں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر غلطی پر پردہ ڈال دیا جائے یا ردِّ عمل ظاہر کرنے میں تاخیر کی جائے تو بعد میں اس پر تبصرہ کرنے سے مطلوبہ تاثیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

بعض اوقات حکمت کا تقاضا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غلط کام اور بڑی غلطی پر مشتمل کلام پر تبصرہ اُس وقت تک متأخر کر دیا جائے جب تک لوگوں کی مناسب تعداد جمع نہیں ہو جاتی۔ اس لئے کہ وہ معاملہ بہت اہم ہوتا ہے' یا سامعین کی تعداد اتنی نہیں ہوتی کہ تبصرہ سے مناسب فائدہ حاصل ہو' یا وہ زیادہ لوگوں تک بات پہنچا سکیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو بار تبصرہ کیا جائے' ایک بار فوری طور پر متعلقہ افراد کے سامنے وضاحت کر دی جائے اور دوسری بار مناسب وقت پر عوام کو بات سمجھا دی جائے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے لئے روانہ فرمایا۔ اپنے فرائض کی انجام دہی سے فارغ ہو کر وہ صاحب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا : "یہ آپ لوگوں کا مال ہے (یعنی زکوٰۃ و صدقات) اور یہ مجھے تحائف ملے ہیں"۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "تُو اپنے باپ اور اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ رہا' پھر دیکھتا کہ تجھے تحائف ملتے ہیں یا نہیں؟"

اسی شام آنحضرت ﷺ نے نماز کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ارشاد فرمائی جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا : "امابعد' کیا وجہ ہے کہ ہم ایک شخص کو عامل مقرر کرتے ہیں' تو وہ آکر ہمیں کہتا ہے : یہ مال آپ کی عائد کردہ ڈیوٹی کی ادائیگی سے (زکوٰۃ وغیرہ جمع کر کے) حاصل ہوا ہے اور یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے۔ وہ کیوں نہ اپنے باپ کے اور ماں کے گھر میں بیٹھ رہا' پھر دیکھتا کہ اسے تحفے ملتے ہیں یا نہیں؟ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' جو شخص اِس مال میں خیانت کر کے کچھ لے گا وہ قیامت کو اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے حاضر ہو گا۔ اگر اونٹ ہے تو اسے لے کر حاضر ہو گا' اور وہ اونٹ بلبلا رہا ہو گا' اگر گائے ہے تو اسے لے کر حاضر ہو گا' اور وہ رانبھ رہی ہو گی' اگر بکری ہے تو اسے لے کر حاضر ہو گا' اور وہ ممیا رہی ہو گی۔ میں نے (اللہ کا حکم) پہنچا دیا ہے"۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اتنا بلند کیا کہ ہمیں آپ کی بغلیں نظر آنے لگیں"۔ (۹۹)

۲۶) غلطی کرنے والے سے بحث نہ کرتے ہوئے اعراض کر لینا تاکہ وہ خود ہی اصلاح کر لے :

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت اپنی بیٹی فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے اور فرمایا : "تم لوگ نماز (تہجد) نہیں پڑھتے؟" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا : "ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں' وہ جب ہمیں اٹھانا (اور جگانا) چاہے گا' اٹھا دے گا"۔ (۱۰۰) ان کی یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ کچھ کہے بغیر واپس پلٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ نبی اکرم ﷺ واپس جاتے ہوئے اپنی ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے : ﴿ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴾ "انسان سب سے زیادہ جھگڑالو مخلوق ہے"۔ (۱۰۱)

۲۷) غلطی کرنے والے کو زبانی تنبیہ کرنا :

جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حاطب (بن ابی بلتعہ) رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا تھا' جب آپ کو معلوم ہوا کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش کے کافروں کو پیغام بھیجا ہے کہ مسلمان مکہ فتح

کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "حاطب! تو نے یہ کام کیوں کیا؟" انہوں نے کہا : "میں اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں' اس میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں ہوا' (بات صرف اتنی ہے کہ) میں چاہتا تھا کہ ان لوگوں پر میرا کوئی احسان ہو' جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے بچّوں اور مال کی حفاظت فرمائے"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "اس نے سچ کہا ہے' لہٰذا اسے کوئی بری بات نہ کہنا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "اس نے اللہ کی' رسول کی اور مومنوں کی خیانت کی ہے' مجھے اجازت دیجئے کہ اسے قتل کر دوں"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "عمر' تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے بدر (کی جنگ میں شریک ہونے) والوں سے فرمایا ہے : جو چاہو کرو' تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' فرمایا : "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔ (۱۰۲)

اس واقعہ میں تربیت کے نقطۂ نظر سے عظیم نکات ہیں :

۱) نبی اکرم ﷺ نے اس صحابی کو تنبیہ فرمائی جن سے بہت بڑی غلطی ہو گئی تھی' چنانچہ فرمایا : "تو نے یہ کام کیوں کیا؟"

۲) غلطی کرنے والے سے وہ سبب دریافت کرنا چاہئے جس کی بنا پر غلطی سرزد ہوئی' کیونکہ اس سے اس کے بارے میں اختیار کئے جانے والے موقف پر اثر پڑے گا۔

۳) جن حضرات کے بڑے کارنامے اور فضائل ہیں' وہ بھی گناہوں سے معصوم نہیں۔

۴) مربّی میں اپنے ساتھیوں کی غلطیاں برداشت کرنے کا حوصلہ ہونا چاہئے' تاکہ وہ صحیح راہ پر قائم رہ کر اس کا ساتھ دیتے رہیں' کیونکہ مقصد ان کی اصلاح ہے نہ کہ انہیں اپنے پاس سے بھگا دینا۔

۵) تربیت کرنے والے کو اس بات کا احساس کرنا چاہئے کہ کسی ساتھی پر وقتی طور پر انسانی کمزوری کا غلبہ ہو سکتا ہے اور اگر کسی پرانے رفیق سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا سختی سے مواخذہ نہ کیا جائے۔

۶) اگر غلطی کرنے والا دفاع کا مستحق ہو تو اس کا دفاع کیا جائے۔

۷) غلطی کو بہت بڑی یا معمولی قرار دیتے وقت اور غلطی کرنے والے کے بارے میں

موقف طے کرتے وقت اس کی گزشتہ بڑی بڑی نیکیوں کو نظر انداز نہ کیا جائے۔

۲۸) غلطی کرنے والے کو ملامت کرنا :

بالکل واضح غلطی پر خاموشی اختیار نہیں کی جاسکتی۔ لہٰذا غلطی کرنے والے کو بغیر کسی تمہید کے براہ راست ملامت کی جاسکتی ہے' تاکہ وہ اپنی غلطی کا احساس کرے۔ صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : میرے پاس ایک اونٹنی تھی جو جنگِ بدر کے مال غنیمت میں سے میرے حصے میں آئی تھی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے خُمس میں سے بھی مجھے ایک اونٹنی دی تھی۔ جب میں نے چاہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (نکاح کے بعد) اپنے گھر لاؤں تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار کے ساتھ طے کیا کہ وہ بھی میرے ساتھ چلے گا' اور ہم اذخر گھاس لا کر سناروں کے ہاتھ فروخت کریں گے۔ میں اس کے ذریعے اپنے ولیمہ کا انتظام کرنا چاہتا تھا۔ ابھی میں اپنی اونٹنیوں کے لئے پالان' بورے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا اور میری اونٹنیاں ایک انصاری کی دیوار کے پاس بیٹھی تھیں۔ میں جو کچھ جمع کر سکا' لے کر واپس آیا تو دیکھا کہ کسی نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ لئے ہیں' اور پیٹ پھاڑ کر جگر نکال لئے ہیں۔ میں نے جب ان کا یہ حال دیکھا تو میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میں نے کہا : یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا : "حمزہ بن عبد المطلب نے کیا ہے' اور وہ اس گھر میں کچھ انصاریوں کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف ہیں"۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپؐ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے میرے چہرے سے میری کیفیت کا اندازہ لگالیا۔ آپؐ نے فرمایا : "کیا ہوا؟" میں نے کہا : "یارسول اللہ! مجھ پر آج جیسی مصیبت کبھی نہیں آئی۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے ہیں اور پیٹ پھاڑ دیئے ہیں۔ وہ اس گھر میں ہیں' ان کے ساتھ کچھ لوگ شراب نوشی میں مصروف ہیں"۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی چادر طلب فرما کر اوڑھ لی' پھر چل پڑے۔ میں اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ حضورؐ اس گھر تک جا پہنچے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ نے (اندر آنے کی)

اجازت طلب کی' انہوں نے اجازت دے دی۔ دیکھا کہ وہ لوگ پی رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اس کام پر ملامت کرنا شروع کر دی۔ دیکھا تو حمزہ کی آنکھیں نشے کی وجہ سے سرخ ہو چکی تھیں۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' پھر (مشکل سے) نظر اٹھائی تو آنحضرت ﷺ کے گھٹنے پر نظر پڑی' پھر نظر اٹھائی تو آنحضرت ﷺ کے شکم مبارک تک نظر اٹھی' پھر نظر اٹھا کر چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا' پھر حمزہ رضی اللہ عنہ بولے : "تم لوگ تو میرے باپ کے غلام ہو"۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ وہ نشے میں ہیں' (لہٰذا ان سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں)' چنانچہ جنابِ رسول اللہ ﷺ اُلٹے پاؤں لوٹ آئے اور ہم لوگ بھی آپ ؐ کے ساتھ ہی وہاں سے چلے آئے۔ [۱۰۳] یہ واقعہ شراب نوشی حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

۲۹) غلطی کرنے والے سے بے اعتنائی :

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حُمَید رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا : ولید رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس اور میرے ایک دوست کے پاس آئے' اور ہمیں کہا : "آؤ چلیں' تم دونوں مجھ سے عمر میں کم ہو اور حدیث مجھ سے زیادہ یاد رکھ سکتے ہو"۔ وہ ہمیں بشر بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور انہیں کہا : "ان دونوں کو اپنی حدیث سنائیے۔" بشر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا : "ہمیں عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی....

ابو النضر لیثی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : "بہز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : وہ ان کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے' انہوں نے فرمایا : جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ایک فوجی دستہ روانہ فرمایا۔ انہوں نے ایک جماعت پر حملہ کیا۔ ان میں سے ایک آدمی الگ ہو کر ایک طرف ہو گیا۔ لشکر کے ایک آدمی نے تلوار سونت کر اس کا تعاقب کیا۔ الگ ہونے والے نے کہا : "میں مسلمان ہوں"۔ تعاقب کرنے والے نے اس کی بات پر توجہ نہ دی اور اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اس کے بارے میں سخت الفاظ ارشاد فرمائے۔ قاتل کو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی خبر پہنچی (وہ آ گیا)' رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' قاتل نے عرض کیا : "یا رسول

اللہ! اس (مقتول) نے جو بات کہی تھی وہ جان بچانے کے لئے کہی تھی"۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف سے اور اُدھر بیٹھے ہوئے افراد کی طرف سے منہ پھیر لیا' اور خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ اُس نے دوبارہ کہا: "یارسول اللہ! اُس نے جو بات کہی تھی وہ جان بچانے کیلئے کہی تھی"۔ حضور علیہ السلام نے دوبارہ اس کی طرف سے اور اُدھر بیٹھے ہوئے افراد کی طرف سے منہ پھیر لیا اور خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ اُس نے تیسری بار کہا: "اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! اُس نے صرف قتل سے بچنے کیلئے یہ بات کہی تھی"۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو آپؐ کے چہرۂ مبارک سے ناراضگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ آپؐ نے تین بار فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَبٰى عَلٰى مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا)) "جو شخص مومن کو قتل کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس (کی بات ماننے) سے انکار فرماتے ہیں"۔ (۱۰۴)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجران سے ایک صاحب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے اِعراض فرمایا اور ارشاد فرمایا: "تو میرے پاس آیا ہے جب کہ تیرے ہاتھ میں آگ کا انگارہ ہے"۔ (۱۰۵)

مسند احمد میں حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا (حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا تو اُس سے اِعراض فرمایا۔ اُس نے وہ اتار کر لوہے کی انگوٹھی بنوالی' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "یہ زیادہ بُری ہے' یہ تو اہلِ جہنم کا زیور ہے"۔ اُس نے وہ بھی اتار دی اور چاندی کی انگوٹھی بنوالی۔ اس پر آنحضرت ﷺ خاموش رہے۔ (۱۰۶)

حواشی

(۸۸) متفق علیہ۔ فتح الباری' حدیث ۴۱۴۱

(۸۹) المجتبیٰ سنن نسائی' کتاب آداب القضاۃ ۸/ ۲۴۳

(۹۰) مسند احمد ۵/ ۳۳۸

(۹۱) سنن ابن ماجہ' ۸۵۔ زوائد میں ہے "یہ سند صحیح ہے' اس کے راوی ثقہ ہیں"۔ صحیح ابن ماجہ میں

ہے"حسن صحیح ہے" حدیث۶۹

(۹۲) السنۃ لابن ابی عاصم' تحقیق البانی' حدیث۴۰۶۔انہوں نے کہا : "اس کی سند حسن ہے"۔

(۹۳) مسند احمد ۳/ ۳۸۷۔ البانی نے اس حدیث کو اس کے شواہد کے پیش نظر حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے ارواء الغلیل' حدیث۱۵۸۹

(۹۴) سنن دارمی۴۴۱۔مقدمہ۔باب مایتقی من تفسیر حدیث النبی ﷺ' وقول غیرہ عند قولہ ﷺ کتاب کے محقق عبداللہ ہاشم یمانی نے فرمایا : اسے احمد نے حسن سند سے اور ابن حبان نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

(۹۵) ہیثمی نے فرمایا : "اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ابوعامر قاسم بن محمد اسدی ہے' اس کے حالات مجھے نہیں ملے' باقی تمام راوی ثقہ ہیں" مجمع ۱/ ۱۷۴

(۹۶) فتح الباری' ۴۰۵

(۹۷) صحیح بخاری مع فتح الباری '۱۵۹۷

(۹۸) صحیح بخاری مع فتح الباری ۲۴۳۶

(۹۹) فتح الباری' ۶۶۳۶

(۱۰۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام کی متعدد توجیہات ممکن ہیں۔دیکھئے فتح الباری ۷ ۳۴۷

(۱۰۱) فتح الباری۶۲۵۹

(۱۰۲) فتح الباری۶۲۵۹

(۱۰۳) فتح الباری' ۳۰۹۱

(۱۰۴) مسند احمد ۵/ ۲۸۹ نیز ملاحظہ فرمایئے سلسلہ احادیث صحیحہ ۲/ ۳۰۹

(۱۰۵) مجتبیٰ ۸/ ۱۷۰' صحیح سنن نسائی ۴۷۹۳۔ مسند احمد میں یہ واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے بالتفصیل مذکورہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں : "نجران سے ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اُس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اُس سے اِعراض فرمایا اور اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ آدمی نے اپنی بیوی کو یہ بات بتائی۔ اُس نے کہا : ضرور کوئی بات ہے' دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہو۔ اس نے انگوٹھی اور وہ جبہ جو پہنا ہوا تھا' اتار کر حاضری دی۔ اُس نے (پہنچ کر) اجازت طلب کی' تو اجازت مل گئی۔ اس نے سلام عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ اُس نے کہا : یارسول اللہ! جب میں پہلے آیا تھا

تو آپ نے بے اعتنائی فرمائی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : تو ہاتھ میں آگ کا انگارہ پہن کر آیا تھا"۔ وہ آدمی بحرین سے کچھ زیورات لایا تھا۔ اُس نے کہا : "یا رسول اللہ! میں تو بہت انگارے لے آیا ہوں"۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "تیرے لائے ہوئے مال کا ہمیں اتنا ہی فائدہ ہے جتنا حرہ (مقام) کے پتھروں کا ہوتا ہے' لیکن یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے"۔ اُس نے عرض کیا : "یا رسول اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں میرا عذر بیان فرما دیجئے' وہ یہ نہ سمجھیں کہ آپؐ کسی وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر وضاحت فرما دی کہ اس شخص کے ساتھ یہ رویّہ اس کی سونے کی انگوٹھی کی وجہ سے تھا"۔ (مسند ۱۴/۳)

(۱۰۶) مسند ۱۶۳۔ تحقیق احمد شاکر حدیث ۶۵۱۸۔ انہوں نے کہا اس کی سند صحیح ہے۔

بقیہ : دُعا

جس پر یہ راز کھل گیا اس پر کشاد و فلاح کے سارے دروازے کھل گئے' وہ شخص راز پا گیا جسے معلوم ہوا کہ میں کچھ نہیں سب کچھ میرا پروردگار ہے۔ پھر سب کچھ اسی کا ہو جاتا ہے' ارض بھی' سما بھی' بندے بھی اور خدا بھی!

دُعا یہی سلیقہ سکھاتی ہے۔ آیئے ہم سب اللہ کے حضور التجا کریں' بارِ الٰہا' ہم بھی تیرے' یہ کائنات بھی تیری' یہ وسائل رزق بھی تیرے' یہ ذرائع علم بھی تیرے' یہ کیفیات قلب و دماغ بھی تیری' اور یہ ملک بھی تیرے نام کا صدقہ ہے۔ تو ہمیں اپنا بنا لے' کائنات کو ہمارے لئے موم کر دے' وسائل رزق کو سب کے لئے عام کر دے' ذرائع علم سے ہر ایک کو فیض پہنچا اور اس ملک کی لاج اپنے نام کے صدقے رکھ لے' اسے کسی کا محتاج نہ بنا' اس کو وجود بخشا ہے تو اسے شناخت بھی عطا فرما' آمین ؎

تِشنہ لب چڑیا کے منہ میں گر نمی آ جائے گی!
تیرے دریائے کرم میں کیا کمی آ جائے گی!

آیت اللہ خمینی کی جدّو جُہد

بسلسلہ علّامہ اقبال اور مسلمانانِ عجم (۱۴)

ڈاکٹر ابو معاذ

فکرِ عجم کے عنوان سے اہم تاریخی معلومات پر مبنی یہ سلسلۂ مضمون گزشتہ قریباً ایک سال سے قسط وار "میثاق" میں شائع ہو رہا ہے۔ توقع ہے کہ مزید کم از کم دس اقساط میں یہ مضمون مکمل ہو سکے گا۔ یہاں یہ وضاحت ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کے مندرجات کو بحیثیت مجموعی مفید خیال کرنے کے باوجود مضمون نگار کی تمام باتوں سے ہم اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے بیان کردہ بعض افکار سے جزوی اختلاف کے باوجود مضمون کی علمی افادیت کے پیش نظر ہمارے نزدیک اس کی اشاعت مفید مطلب ہے۔ (ادارہ)

ان دنوں آیت اللہ روح اللہ خمینی قم کی اسلامی درسگاہ میں شرع، فلسفہ اور روحانیت کے اُستاد تھے اور ۱۹۶۲ء میں آیت اللہ العظمیٰ بروجردی کی وفات کے بعد انہوں نے نئے آیت اللہ العظمیٰ کی حیثیت سے شیعہ دُنیا میں شہرت حاصل کی۔ آپ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ ملک کا بادشاہ دین کو ریاست سے علیحدہ کرکے تیزی سے مغربیت کی اندھی تقلید کی جانب قدم بڑھا رہا ہے اور یہودیت اور سامراجیت کا مکمل طور پر آلۂ کار بن چکا ہے۔ آیت اللہ خمینی نے انتہائی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آوازِ حق بلند کی۔ اسی دوران ۱۹۶۱ء کی آئینی تبدیلیوں کے نتیجہ میں عورتوں کو ووٹ کا حق عطا ہوا۔ اسی طرح سرکاری عمال کو حلف برداری کیلئے قرآن پاک کی بجائے اپنی پسند کی کسی بھی مذہبی کتاب (جس کا وہ پیرو کار ہو) پر حلف اٹھانے کی اجازت مل گئی۔ اسی طرح جداگانہ انتخابی نظام کو ختم کرکے ایک غیر مسلم امیدوار کو بھی مسلمان ووٹوں کا حصول ممکن بنا دیا گیا۔ عورتوں

اور مردوں کو برابری کے حقوق دیئے جانے کو بھی آیت اللہ خمینی نے تباہی' بدعنوانی اور قحبہ گیری کے دروازے کھل جانے پر محمول کیا۔ ان آئینی تبدیلیوں سے قبل وہ بھی باقی روایتی مذہبی رہنماؤں کی طرح شاہ کے حامی اور مؤیّد سمجھے جاتے تھے۔ جب شاہ نے ۱۹۶۲ء کے مقامی کونسلوں کے انتخاب میں علماء کے دباؤ پر عورتوں کو ووٹ کے برابر کے حقوق دینے کا قانون واپس لیا تو خمینی نے شاہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا تھا کہ اعلیٰ حضرت شہنشاہ نے قرآنی تعلیمات کی پاسداری کی ہے۔ انہوں نے شاہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے شاہ کی وفاداری کیلئے لوگوں سے درخواست کی کیونکہ شاہ ان کی نظر میں (اُس وقت) آئین' آزادی اور ملک کے تحفظ کے سرپرست کی حیثیت رکھتا تھا۔

لیکن ۱۹۶۲ء میں اپنے نام نہاد انقلابِ سفید کے ذریعہ شاہ نے جب مذہبی رہنماؤں کی پوزیشن پر کاری ضرب لگانا چاہی اور لوگوں سے زمینیں چھیننا چاہیں تو آیت اللہ خمینی نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے ایک بار پھر عورت کے ووٹ کے حق کی مخالفت کی۔ انہوں نے شاہ سے مطالبہ کیا کہ ۱۹۰۶ء کے آئین کو امام غائب کے ظہور تک اپنی اصلی حالت ہی میں برقرار رہنے دیا جائے۔ عورت کے ووٹ کی مخالفت کے علاوہ خمینی نے عورتوں کے سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں کام کرنے کی بھی مخالفت کی کیونکہ ان کے نزدیک اس سے جنسی بے راہ روی اور فحاشی پھیلنے کا خطرہ تھا۔ ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء کو عیدِ نوروز کے موقع پر قم کے مدرسہ فیضیہ میں عوام کے پُرجوش اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنے دیگر مطالبات کو دُہراتے ہوئے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا :

> "ایران کی جابرانہ شخصی حکومت نے اسلام کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ حکومت اٹھارہ برس کی لڑکیوں کو زبردستی فوجی ڈیوٹی کے لئے لے جانا چاہتی ہے۔ یہ پاکباز خواتین کو فحاشی کی جانب دھکیل رہی ہے۔ غیرملکی کفار کا نشانہ اب قرآن حکیم اور علماء اسلام ہیں اور شاہ ان کا آلۂ کار بنا ہوا ہے۔ یہ ہمیں تباہ و برباد اور قید کرکے امریکی اور اسرائیلی یہودیوں کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ آج کا دن ایران بھر میں یومِ ماتم کے طور پر مناتے ہوئے میں اس حکومت کے خاتمے کی فیصلہ کن جدوجہد کا اعلان کرتا ہوں تاکہ ایک اسلامی اصولوں پر مبنی حکومت

برسراقتدار آسکے جسے ایرانی عوام سے ہمدردی ہو۔"

پھر شاہی فوج مدرسہ فیضیہ میں داخل ہوگئی۔ اس کی ظالمانہ کارروائی کے نتیجہ میں ایک درجن افراد مارے گئے اور سو کے قریب لوگ بری طرح زخمی ہو گئے۔ اس کے جواب میں ایران کی تاریخ میں پہلی بار آیت اللہ العظمٰی نے عوام سے شاہی حکومت کی برطرفی کی تحریری طور پر اپیل کی۔ اب محرم کا مہینہ آنے والا تھا۔ انہوں نے ایران کی ایک لاکھ بیس ہزار مساجد کے ائمہ کو اپنا فرمان ارسال کیا اور پہلوی بادشاہ کی صورت میں یزیدِ وقت کے ظالمانہ اقدام کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ۱۹۶۳ء میں جو محرم کے ماتمی جلوس تہران اور دیگر شہروں میں نکلے ان میں سیاسی عنصر غالب نظر آنے لگا۔ عاشورہ کے موقع پر خمینی نے ایک بار پھر سخت الفاظ میں اپنے مطالبات دُہرائے اور ان کی تقریر نے ملک بھر میں آگ لگادی۔ اب زبردست مظاہرے شروع ہو گئے۔ قم میں ایک دن میں فوج کے ذریعہ حالات پر قابو پالیا گیا مگر تہران میں تین دن تک عوام اور فوج کا زبردست مقابلہ جاری رہا۔ مذہبی راہنماؤں کے مطابق اس دوران پندرہ ہزار افراد مارے گئے جب کہ شاہ کے مطابق مرنے والوں کی تعداد چھپّن (۵۶) تھی۔

شاہ نے کیمونسٹ عناصر اور رجعت پسند علماء کے باہمی اتحاد کے الزامات عائد کرتے ہوئے عہد کیا کہ انقلاب کا راستہ روکنے والوں کا صفایا کر دیا جائے گا۔ اس سے پہلے وہ آیت اللہ خمینی پر مصر کے صدر ناصر کے ایجنٹ ہونے کا الزام بھی عائد کرچکا تھا۔ روسی خبر رساں ایجنسیوں نے نہ صرف ان واقعات کے خلاف طرح طرح کی باتیں بنائیں بلکہ اس تحریک کو رجعت پسند علماء کی جدوجہد قرار دیا۔ فرانسیسی رسالے "لی موند" (Le Monde) کے ایک مضمون کے مطابق "اگرچہ علماء کی اکثریت تاجروں اور زمینداروں کے مسائل سے لاتعلق ہے لیکن خمینی اور ان کے پیروکاروں کا رویہ ان سے قطعاً مختلف ہے"۔ اس طرح دراصل آیت اللہ خمینی جو باتیں کر رہے تھے وہ عوام کے دلوں کی بات تھی۔ ان انقلابی مساعی کے نتیجہ میں جناب خمینی گرفتار کرلئے گئے۔ اس پر تمام آیت اللہ تہران میں جمع ہوئے اور شاہ کو پیغام بھجوایا کہ وہ غیر ذمہ دارانہ اقدام سے گریز کرے۔ مارچ ۱۹۶۴ء میں انہیں رہا کر دیا گیا اور وہ قم واپس چلے گئے۔

اب خمینی کی تقاریر عوام کے مسائل کے بارے میں عوام کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی تھیں۔ انہوں نے ۴ جون ۱۹۶۴ء کو یومِ ماتم منانے کا اعلان کیا لیکن اس کے لئے جو بلیٹن شائع کیا گیا اس پر صرف دو تین آیت اللہ حضرات کے دستخط موجود تھے' کیونکہ مذہبی رہنماؤں کی اکثریت یا تو اس سے قطعی طور پر لاتعلق تھی یا پھر اس کی اشاعت کی مخالف تھی۔ اس طرح ۴ جون کو آیت اللہ خمینی وسیع پیانے پر عوام کو میدان میں لانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اس دوران ایک سرکاری بل پاس ہوا جس کے تحت ایران میں مقیم امریکیوں پر ایران کے قانون کی پابندی کی ضرورت باقی نہ رہی اور ایران میں قیام کے دوران انہیں ڈپلومیٹک تحفظ (Diplomatic security) حاصل ہو گیا۔ عوام کے غم و غصہ کی ترجمانی کرتے ہوئے آیت اللہ خمینی نے ۲۶/ اکتوبر ۱۹۶۴ء کے دن (جب شاہ اپنی پینتالیسویں سالگرہ کا جشن منا رہا تھا) ایک تقریر میں اس بل کی سخت مخالفت کرتے ہوئے ملک میں پھیلتی ہوئی بے حیائی اور فحاشی کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی اور صاف لفظوں میں اس حکومت کو امریکی آلۂ کار قرار دیا۔

۴ نومبر ۱۹۶۴ء کو آیت اللہ خمینی کو ساوک نے قُم سے گرفتار کر لیا اور مہر آباد ایئر پورٹ سے خصوصی پرواز پر ترکی پہنچا دیا۔ وہاں سے وہ عراق چلے گئے جہاں چودہ برس تک نجف میں مقیم رہے۔ جلاوطنی کے چند ہی یوم بعد ان کے پیرو کاروں کے ایک گروپ نے (جو فدائینِ اسلام کے نام سے موسوم تھا) ملک کے وزیر اعظم حسین منصور کو قتل کر دیا۔ پھر آخر میں سید جمال الدین کی طرح خمینی کو پیرس جانا پڑا۔ پیرس کے قیام کے دوران بین الاقوامی پریس اور دیگر خبر رساں ایجنسیوں نے خمینی کے پیغامات کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

چونکہ گزشتہ قاچاری دور میں علماء کو وسیع پیانے پر زمینیں اور جاگیریں دی گئیں تھیں اس لئے وہ بھی جاگیردارانہ طبقہ میں شامل تھے' اور ذاتی مفادات پر زد پڑنے کی وجہ سے ان کی شاہ کے انقلابِ سفید کی مخالفت کو لوگ قدرے شک کی نظر سے دیکھتے تھے۔ مزید برآں ملک کے روشن فکر دانشور اس کے باوجود کہ وہ شاہ کے مخالف تھے عورتوں

کے ووٹ کے حق کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ مہدی بازرگان کی تحریک آزادی نے اس لئے آیت اللہ خمینی کا ساتھ دیا تھا کیونکہ یہ لوگ شاہ کے مخالف تھے۔ ان تمام عوامل کے باوجود یہ تحریک بھی دب کر رہ گئی اور اگلے پندرہ برس ڈاکٹر علی شریعتی 'مجاہدینِ خلق' فدائینِ خلق اور خود جناب خمینی کو اپنے اپنے انداز میں شاہی نظام کے خلاف سخت جدوجہد کرنا پڑی جس کے نتیجہ میں ایران میں انقلاب کی راہ ہموار ہو سکی۔

مجاہدین خلق : راہِ حق کے مجاہد

پہلوی استبدادی نظام نے آزادیٔ رائے کے اظہار کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں اور جمہوری جدوجہد کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ ایسے میں کچھ متدیّن نوجوان اُٹھے اور انہوں نے فکری تربیت سے مہم کا آغاز کیا۔ اس اجتماعیت کے اراکین پر لازم تھا کہ پہلے وہ قرآن پاک پڑھیں' اسے سمجھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہج البلاغہ کو سمجھیں' اسلامی اور ایرانی تاریخ کا مطالعہ کریں اور اس کے ساتھ گوریلا جنگ کے لئے عسکری تربیت حاصل کریں۔ ارکان کا انتخاب بڑی مشکل سے ہوتا تھا اور پھر انہیں دو برس تک متواتر مذہبی اور عسکری تربیت دی جاتی تھی۔ اس تحریک کے پانچ بانی اراکین تھے جو تہران یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے' ان کا قائد ستائیس سالہ حنیف نجاد تھا۔ اس تحریک کا آغاز ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ یہ لوگ مہدی بازرگان کی تحریک آزادی سے متأثر تھے اور آیت اللہ محمود طالقانی نے انہیں مذہبی تعلیم و تربیت کی ضرورت کا قائل کیا تھا۔ حنیف نجاد نے امام خمینی کی ۱۹۶۳ء کی جدوجہد میں بھی حصہ لیا تھا اور جیل میں طالقانی کی رفاقت میں قرآن کے انقلابی پیغام سے گہری واقفیت حاصل کی تھی۔ باقی چار بانی ارکان میں سے سعید محسن (سفید پوش گھرانے کے انجینئر) علی اصغر بدیع زادگان (تہران یونیورسٹی میں کیمسٹری کے استاد) اور احمد رضائی (سکول ٹیچر جن کے تین بھائی اور ایک بہن بعد میں ساوک کے ہاتھوں شہید ہوئے) کے نام آتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی مہم کا آغاز وہیں سے کیا جہاں مرزا کوچک خان نے چھوڑا تھا۔ یہ لوگ اسلامی جذبے سے سرشار تھے اور جبر و استبداد' سرمایہ داری' استعماریت اور روایتی مذہبی قیادت (شاہ پسند) کے مقابلہ میں میدانِ عمل

میں اترے تھے۔

ان لوگوں کا خیال تھا کہ ایرانی عوام نے کبھی بھی سرفروشی اور قربانی سے دریغ نہیں کیا تھا۔ ماضی میں انقلابی تحریک کی ناکامی کی وجہ دراصل مناسب مذہبی تربیت کی کمی' راہ عمل اور منزل مقصود کا صحیح تعین نہ ہونا اور قیادت کا فقدان تھا۔ لوگ ایک آدھ وزیر کو قتل کرکے یا اعلیٰ عہدہ پر فائز کسی ایک شخص کو عہدے سے ہٹا کر مطمئن ہو جاتے تھے اور طویل المیعاد مقاصد کے حصول سے بے خبر تھے۔ پہلی تحریکوں میں لوگ مذہبی جذبات تو رکھتے تھے مگر مذہبی نظریات سے قطعاً بے خبر تھے' یہ لوگ فکری اعتبار سے خام تھے۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ اسلام کے بنیادی نظریات کی وضاحت کی جائے۔ مثلاً یہ کہ انسان کیا ہے؟ اسلام کے معاشی پہلو کیا ہیں؟ اسی طرح موجودہ افکار و حالات کی رُو سے کافر اور منافق کی اصطلاحات کی وضاحت کی جائے۔ اسی طرح دُنیا کے آغاز اور اس کے منتہائے مقصود کا علم ہو اور تاریخ کے فلسفے کو بیان کیا جائے۔

گزشتہ تحریکوں میں قیادت اور انتظامی ڈھانچے کا فقدان بھی تھا۔ تحریک میں ایک آدھ قائد ہوتا تھا اور اس کے خاتمے سے تحریک دم توڑ جاتی تھی۔ مرزا کوچک خان اور ڈاکٹر محمد مصدق کی مثال ان کے سامنے تھی۔ اسی طرح ان تحریکوں کی قیادت کو سماجی معاملات' انقلاب کی صحیح غرض و غایت' انقلابی تحریک میں مزاحمت کے پہلو اور اس کی مقصدیت کا علم نہیں تھا۔

دینی تربیت حاصل کرنے کے بعد ان لوگوں نے فکری اور عسکری تربیت کی جانب توجہ دی اور اردن میں شاہ حسین کے خلاف لڑنے والے فلسطینیوں کے کیمپوں میں ۱۹۷۱ء میں جاکر جنگی تربیت حاصل کی۔ جب ان لوگوں کی تعداد دو سو تک پہنچ گئی تو انہوں نے محمود اصغری زادہ کی قیادت میں تہران میں بجلی کے نظام کو نقصان پہنچایا۔ شاہ کے ایک امریکی فوجی مشیر اور تہران پولیس کے سربراہ کو قتل کردیا۔ کوکا کولا فیکٹری کی عمارات کو بم سے اڑایا۔ ایک ہوائی جہاز کو اغوا کرنے کی ناکام کوشش بھی کی اور صدر نکسن کی ۱۹۷۲ء میں ایران آمد کے موقع پر متعدد مقامات پر بم دھماکے بھی کیے۔

۱۹۷۲ء میں انہیں اس وقت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جب تودہ پارٹی (کیمونسٹ پارٹی)

کے قیدی رکن شاہ مراد دلفائی نے ساوک کی حراست میں ان کے بعض اہم ارکان کی نشاندہی کی۔ یہ سب قید ہوئے۔ دو وقتی طور پر بھاگ نکلے اور نوے افراد نے اللہ اکبر' استعمار مردہ باد اور شاہ مردہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے شاہ کے فوجیوں کے ہاتھوں گرفتار شدہ حالت میں موت کو قبول کرلیا۔

مجاہدین نے جب تاریخ کا مطالعہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ گزشتہ کئی صدیوں سے مفاد پرست' ابن الوقت اور ہوس کے پجاری علماء نے اسلام کی غلط توجیہات پیش کر کے صحیح توحیدی معاشرے کو قائم ہی نہیں ہونے دیا بلکہ اسلام کی تعلیمات کو توہّمات کے خول میں بند کر کے ظالمانہ بادشاہت اور استبدادی نظام کے استحکام میں مدد دی ہے۔ قرآن پاک کی غلط توجیہات سے معاشرے کو گہری نیند سلانے کی کوشش کرتے ہوئے ان لوگوں نے اسلام کی صحیح روح سے لوگوں کی توجہ ہٹائے رکھی ہے۔ اس طرح مجاہدین کی نظر میں آج جو اسلام کی شکل نظر آ رہی تھی وہ اُس اسلام سے بالکل مختلف تھی جو رسول اللہ ﷺ نے پیش کیا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں جب مہدی رضائی پر گرفتاری کے بعد مقدمہ چلایا گیا تو ان سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کس جہاد کی بات کر رہے ہیں؟ جہاد یا تو اپنے نفس کے خلاف ہوتا ہے یا پھر کافروں کے خلاف؟ ہرچند کہ مہدی رضائی کو موت کی نیند سلا دیا گیا مگر حکومت وقت کی اصلیت سامنے آگئی کیونکہ علماء کی شہ پر بادشاہ خود کو ظلّ اللہ' خلیفۃ اللہ اور اسلام کا سرپرستِ اعلیٰ سمجھتے ہوئے حق کی آواز کو دباتے رہے ہیں۔

مجاہدین کے خیال میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی اب پوری ہو چکی تھی کہ ایک وقت آئے گا جب قرآنی مطالب کو مسخ کر دیا جائے گا' اسلام کا فقط نام باقی رہ جائے گا' قرآن کے کاغذ پر حروف ہی رہ جائیں گے اور اس کی اصل روح ختم ہو جائے گی۔ مجاہدین کے تصورات کے مطابق تاریخ کے مختلف ادوار میں تمام تر کامیاب انقلاب تو پیغمبروں نے برپا کئے تھے۔ انہوں نے کمزوروں (مستضعفین) کو روئے زمین کی حکومت عطا کی تھی۔ انہوں نے تاریک ادوار میں مساواتِ انسانی کا تصور پیش کیا تھا۔ سورۃ الحدید کی آیت ۲۵ کے مطابق "ہم نے انبیاء کو واضح دلائل کے ساتھ کتاب اور میزان دے کر بھیجا تاکہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کریں"۔ خدا کے دشمنوں

نے انبیاء کے راستوں کو مسدود کرنے کی کوشش کی تھی اور اس خوف سے کہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت ان کا کہیں ساتھ دینے پر نہ اتر آئے انہوں نے انبیاء کے ساتھیوں کو قتل کرنے یا قید و بند کی صعوبات دینے میں تامل سے کام نہیں لیا تھا۔ علاوہ بریں انبیاء کے مشن کے خلاف غلط پراپیگنڈہ کیا گیا تھا تاکہ لوگوں کے دلوں میں شک و شبہ پیدا کر کے انبیاء کو ان سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ موجودہ ایران اور دیگر اسلامی ممالک میں بھی رجعت پسندانہ سیاسی نظام کو بچانے کے لئے بادشاہوں اور حکومتوں نے علمائے سُوء کی سرپرستی کرتے ہوئے اس امر کی ہر ممکن کوشش کی کہ اسلام کے سماجی انصاف پر مبنی نظام کو قائم ہونے سے روکا جا سکے اور لوگوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا جائے۔ بادشاہِ وقت اور اس کی زیرِ سرپرستی زندگی بسر کرنے والے علماء کو اس بات کا خوف لاحق رہا ہے کہ اگر کہیں اسلام کی صحیح روح بیدار ہونے لگی تو پیشہ ور مُلّا اپنے اثر و رسوخ سے محروم ہو جائیں گے چنانچہ یہ ایک فطری عمل تھا کہ بادشاہ وقت اس بات کا پراپیگنڈہ کرواتا کہ "مجاہدین خلق اور ان کا ساتھ دینے والے علمائے حق مارکسسٹ' دہشت گرد اور گمراہ ہیں' اس لئے وہ قابل گردن زدنی ہیں"۔

مجاہدین نے اس کا جواب یوں دیا کہ مکر و فریب کی آڑ میں شاہ کے اسلام کے سرپرست اعلیٰ ہونے کے تمام دعوے یزید کے دعوؤں کی طرح ہیں اور انہی دعوؤں کی آڑ میں تیرہ سو برس قبل خلافت کی بجائے ملوکیت کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اور آہستہ آہستہ عالمِ اسلام میں وہ لوگ برسراقتدار آگئے تھے جنہوں نے زمانہ قبل از اسلام کے شاہانِ فارس و روم کے روپ میں جبر و استبداد کا نظام قائم کر دیا تھا۔ مجاہدین خلق نے کہا کہ زبان سے تو شاہ ایران اسلام کی بات کر رہا ہے مگر یہودیوں کو اس لئے پٹرول دے رہا ہے کہ وہ مظلوم فلسطینیوں پر بمباری کر سکیں۔ دوسری جانب وہ ڈھائی ہزار سالہ ایرانی بادشاہت کے جشن مناتے ہوئے سربراہانِ مملکت کو فرانس کی پچاس سال پرانی شراب پیش کر رہا ہے۔ حق گوئی کی پاداش میں جناب خمینی کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنا کر جلاوطنی کی سزا دینے کا نام ہی کیا اسلام ہے؟ شاہ جس اسلام کا نام لے رہا ہے یہ استعماریت کا اسلام ہے۔ استعماری طاقتیں اسلام کے نام پر ہی غلامی کی لعنت مسلط کر کے مسلمان ممالک کے تمام وسائل ضبط

کرنے کے درپے ہیں اور شاہ ایران جیسے کٹھ پتلی حکمرانوں کے تعاون سے غریب مسلمانوں پر غلامی کی لعنت مسلط کر رہی ہیں۔ ہم (مجاہدینِ خلق) کوئی نیا دین تو پیش نہیں کر رہے بلکہ اسلام تو شروع ہی سے انقلابی دین رہا ہے جس نے مظلوموں کی داد رسی کی ہے۔ شاہ مسلمانوں کی بیداری اور انقلابی اسلام سے خوفزدہ ہے اور آج وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مسلمان انقلابی نہیں ہو سکتا' یا تو کوئی شخص انقلابی بن سکتا ہے یا مسلمان رہ سکتا ہے۔ درحقیقت سچا مسلمان تو ہر صورت میں انقلابی ہی ہو گا کیونکہ اسلام جبر واستبداد اور اخلاقی بے راہ روی کا مقابلہ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ بدعنوانی کے خلاف جہاد ہی تو اسلام ہے۔ آزادی کی خواہش اور استحصالی قوتوں کا قلع قمع کرنا ہی تو عین اسلام ہے۔

مجاہدین خلق نے برملا کہا کہ اگر شاہ کے استبدادی نظام کا نام اسلام ہے تو خدانخواستہ تمام ایران کافر ہو چکا ہے۔ اگر محنت کش عوام کا خون چوسنا' کسانوں اور مزدوروں کی محنت کے ثمرات کو لوٹنا' یہودیوں اور امریکیوں کے اشارے پر ناچنا' قلعوں اور محلات میں زندگی گزارنا' پرائیویٹ ہوائی جہازوں کی ملکیت (جب کہ غریب عوام روٹی کو ترستے ہوں) اور نہتے طلبہ اور مزدوروں کو گولیوں سے اڑانا' مجاہدین کی ماؤں' بہنوں' بچوں اور عزیز و اقارب پر ظلم و ستم کا بازار گرم کرنا' بھوکے اور مظلوم عوام کے کروڑوں ڈالر ڈھائی ہزار سالہ بادشاہت کی تقاریب میں پانی کی طرح بہانے کا نام ہی اسلام رہ گیا ہے تو ہم ایران کے تمام عوام کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم غیر مسلم ہیں اور صرف بادشاہ' اس کے تنخواہ دار علماء اور حاشیہ بردار مفاد پرست لوگ ہی مسلمان رہ گئے ہیں جو اس کے فرعونی نظام کے تحفظ کے لئے کوشاں ہیں۔ ہمارے لئے یہ امر باعث سعادت ہے کہ کسی نہ کسی صورت میں تو ہم بادشاہت کے دشمن ہیں۔

مجاہدین خلق نے جب ایران میں زور پکڑا تو شاہ کی خفیہ تنظیم ساواک نے ظلم و استبداد کی انتہا کر دی' جس کی نظیر قرونِ مظلمہ میں بھی نہیں ملتی۔ مجاہدین کے سامنے شہادت سے کم گویا کوئی منزل ہی نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ اس تحریک میں دی جانے والی قربانیوں کے نتیجہ میں امید کی کرنیں پھوٹنا شروع ہو گئیں اور یوں محسوس ہونے لگا کہ عہد غلامی کی تاریک رات اپنے اختتام کے قریب پہنچ رہی ہے۔ مجاہدین کے تصورات کا

سرچشمہ خدا کا ابدی پیغام اسلام تھا' جس کے سماجی پہلو آہستہ آہستہ روشن ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ ایران کے نوجوان ان کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ اب مجاہدین نے اسلام کو استعماریت' استحصال اور جبر و استبداد کے خلاف ایک انقلابی نظریہ کے طور پر اپناتے ہوئے انسان کی سماجی و معاشی زندگی کے مسائل کی جانب توجہ دینا شروع کر دی۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ' مرزا کوچک خان' اپنے شہید ساتھیوں' مہدی رضائی اور فاطمہ امینی کو ماڈل کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مارکسسٹ اشتراکی نظریات ایران میں غیر مقبول ہونا شروع ہو گئے۔ اس کا اثر یونیورسٹیوں اور دانشوروں کے طبقات پر بھی پڑنے لگا۔ اسلامی نظریات کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایران میں اسلام کے ساتھ جذباتی اور سماجی تعلق ابھی تک معاشرے میں بہت گہرا تھا۔ حکومتِ وقت اس تنظیم کو ختم کرنے میں ناکام رہی اور اسکی مقبولیت بڑھتی چلی گئی۔

اس دوران کچھ روایتی علماء نے ایک فتویٰ بھی جاری کر دیا جس کے مطابق مجاہدینِ خلق کافر قرار دے دیئے گئے۔ اس کے جواب میں مجاہدین نے یہ موقف اختیار کیا کہ گزشتہ کئی برسوں سے منافق اور بد نیت علماء نے بادشاہ کو اللہ کا عکس (ظِلّ اللہ) قرار دینا شروع کیا ہے اور بادشاہ خود کئی بار یہ دعویٰ کر چکا ہے کہ وہ خدا کا سب سے بڑا مقرب ہے اور اسے حضرت عباس علم دار اور حضرت امام مہدی کا تحفظ حاصل ہے۔ اس کے علاوہ کافی عرصہ سے پیشہ ور علماء نے عوام میں انقلابی روح کو کچلے رکھا ہے' جس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ نے جُبّہ و عمامہ میں ملبوس لوگوں کو حرص و ترغیب اور مالی منفعت کا لالچ دے کر خریدنا شروع کر رکھا ہے' جنہیں اسلام کی روح کا قطعاً کوئی علم نہیں ہے۔ اس طرح شاہ نے انقلابیوں اور عوام کے درمیان خلیج کو وسیع تر کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ بادشاہ تو مجاہدین کی شہادت کے بعد ان کے مُردہ جسموں سے بھی خائف ہے' اسی لئے تو انہیں ورثاء کے سپرد کرنے سے بھی انکار کر رہا ہے۔ اسے تو یہ بھی ڈر ہے کہ کہیں ان کی قبریں بھی انقلابیوں کی جدوجہد کا نشان نہ بن جائیں۔ اس لئے ان پر کیمونسٹ' کافر' چور' ڈاکو' دہشت گرد اور غدار ہونے کے بے معنی الزامات عائد کر رہا ہے۔

(جاری ہے)

قانونِ تحفّظِ ناموسِ رسالت

ریکارڈ کی درستی کیلئے ایک وضاحت

جناب محترم ومکرم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مؤقر ماہنامہ "میثاق" باقاعدگی سے پڑھتا ہوں اور میں اس سے استفادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں۔ اسلام کیلئے آپ کی خدمات اور اسلامی تعلیمات کی ترویج کے سلسلے میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا معترف ہوں اور بارگاہ ایزدی میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان بے لوث خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے' آمین ثم آمین۔ میری دعا ہے کہ آپ کے جاری کردہ علمی چشموں سے لاکھوں بلکہ کروڑوں تشنگانِ علم سیراب ہوتے رہیں۔

ماہنامہ "میثاق" اگست ۱۹۹۸ء کے شمارے میں قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کے سلسلہ میں جناب کی ایک تقریر نظر سے گزری جو کہ اس شمارے میں مزین قرطاس کی گئی ہے۔ آپ نے نہایت خوبصورت انداز میں اس قانون کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اس کے حق میں نہایت عمدہ دلائل دیئے ہیں۔ میں آپ کو اس کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں ـــــ میرا اور آپ کا کچھ دنوں کیلئے مجلس شوریٰ میں ساتھ رہا ہے۔ میں آپ کی خداداد صلاحیتوں کا ہمیشہ معترف اور مداح رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔

میں اس موضوع کے سلسلہ میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں' اپنی نمائش و نمود کیلئے نہیں' بلکہ ریکارڈ کی درستی کیلئے۔ وہ یہ ہے کہ قانون تحفظِ ناموسِ رسالت ۱۹۸۷ء میں نہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں قومی اسمبلی اور سینٹ ہر دو ایوانوں میں' مَیں نے پیش کیا تھا۔ اُس وقت مَیں وزیر مملکت برائے قانون' انصاف اور پارلیمانی امور تھا۔ اس کا مسوّدہ میں نے خود بنایا تھا۔ یہ واحد قانون ہے جس کیلئے جج کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی سزا شروع میں وہی رکھی گئی تھی جو تعزیراتِ پاکستان میں قتل کی سزا ہے' یعنی سزائے موت اور عمر قید۔ بعد میں وفاقی شرعی عدالت نے اس کی سزا صرف سزائے موت قرار دی۔

میں نے دونوں ایوانوں میں یہ قانون پیش کرتے ہوئے اس قانون کے حق میں مدلّل

تقریر کی تھی۔ بحیثیت ایک مسلمان یہ بِل پیش کرنا میں اپنا دینی فریضہ سمجھتا تھا۔ اس قانون کے سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل اور دونوں ایوانوں میں اُس وقت موجود علماء کرام کی رہنمائی سے میں نے ہر ممکن استفادہ کیا۔ اس قانون کا مسودہ' دونوں ایوانوں میں اس کا پیش کرنا اور اس کے حق میں میرے دلائل آج بھی ایوانوں کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔

ہمشیرہ مرحومہ و مغفورہ نثار فاطمہ صاحبہ بڑی نیک خاتون تھیں۔ وہ اسلام کی شیدائی تھیں۔ ہم ایک ساتھ قومی اسمبلی کے ممبران تھے۔ میرا برادرانہ رشتہ ہمیشہ ان سے قائم رہا اور اکثر دینی مسائل پر ہمارے درمیان تبادلۂ خیال ہوتا تھا۔ انہوں نے اور کئی دیگر ممبران نے اس بِل کی تائید میں تقریریں کی تھیں لیکن اس بل کے پیش کرنے اور اس کو ایوانوں میں پائلٹ کرنے کا اعزاز مجھ ناچیز کو اللہ تعالیٰ نے بخشا تھا ــــ میں یہ وضاحت صرف ریکارڈ کی درستی کیلئے کر رہا ہوں' اس کا کوئی کریڈٹ نہیں لینا چاہتا ہوں۔ مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشنودی در کار ہے۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف!

اِس قانون کے پاس ہونے کے بعد ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف پلیٹ فارموں سے مدلّل طریقے سے اس کا دفاع کرتا رہا ہوں اور اسے ایک مقدس فریضہ سمجھتا ہوں۔ چند ماہ بیشتر اس قانون کے خلاف بعض حلقوں نے جو طوفانِ بدتمیزی برپا کیا تھا' اس وقت میں نے کئی مقامات پر نہ صرف اس کے حق میں تقریریں کیں بلکہ کراچی کے مختلف علمائے کرام اور دینی حلقوں نے جو اس قانون کے تحفظ کیلئے فرنٹ بنایا تھا ان کیلئے مدلل مسودہ اس قانون کے حق میں تیار کرنے کا شرف بھی مجھے ہی حاصل رہا ہے۔ یہ مسودہ مختلف سفارت خانوں اور قونصل خانوں کیلئے تیار کیا گیا تھا۔

آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی خدمت' قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کا دفاع کرنے اور اس ملک میں نفاذِ اسلام کے سلسلے میں کوشش کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

آپ کا خیر اندیش

میر نواز خان مروت

اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل

مؤتمر العالم الاسلامی' کراچی

مِلّت کے غمگسار' مولانا افتخار فریدی مرحوم

بھارت سے معصوم مُراد آبادی کا مکتوب

۲نومبر۹۸ء

محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدّ ظلّہٗ'

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کو یہ خبر دیتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ حضرت مولانا افتخار فریدی صاحب مد ظلہ' ۲۵/ اکتوبر ۹۸ء کو مُراد آباد میں رحلت فرما گئے۔ اِنا للہ واِنا اِلیہ رَاجعون

ان کے حالات زندگی اور خدمات پر ایک مضمون قلمبند کیا ہے جو میثاق میں اشاعت کے لئے روانہ کر رہا ہوں۔ میثاق برابر مل رہا ہے۔

خدا کرے آپ ہر طرح بخیر و عافیت ہوں۔

دعاؤں کا محتاج
معصوم مُراد آبادی
دہلی (بھارت)

ملک و ملت کے غم میں اپنی ہڈیاں گھلانے والے مرد مجاہد مولانا افتخار فریدی گزشتہ ۲۵/اکتوبر ۹۸ء کو مُراد آباد میں رحلت فرما گئے۔ ان کی موت ایسا بڑا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ نام و نمود سے بے پروا' ایک بڑے مشن اور مقصد کے تحت زندگی گزارنے والے مولانا فریدی کے بعد دور دور تک ان کا کوئی جانشین نظر نہیں آتا۔ ان کی ذات ایک ادارے سے بھی بڑھ کر تھی۔ انہوں نے جن لوگوں کی ذہنی پرورش کی وہ کبھی اپنے مقصد سے بھٹک نہیں سکتے۔ ان کے مشن کی راہ میں کبھی کوئی موسم' آفت ناگہانی' بے سروسامانی مانع نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ ان کی جسمانی معذوری اس درجہ کی تھی کہ اگر وہ تمام عمر بیٹھ کر گزارتے تو ان پر کوئی حرف نہ آتا۔ لیکن اپنی اکلوتی ٹانگ سے سینکڑوں ٹانگوں کا کام لینے کا

ہنر خدا نے انہیں بطور خاص ودیعت کیا تھا۔ اپنے متعلقین اور عقیدت مندوں کو متحرک اور مستعد رکھنے کا ان کا طریقہ بڑا انوکھا اور متأثر کرنے والا تھا۔ وہ زندگی کے ایک لمحہ کو بھی ضائع نہ کرنے کے اصول پر کاربند تھے اور شاید اسی لئے کام میں عجلت کے طرفدار تھے۔

میں نے انہیں ہمیشہ متحرک' چاق و چوبند اور سرگرم پایا۔ سینکڑوں واقعات ہیں جو ملک و قوم اور انسانیت کے تئیں ان کی دردمندی' جاں سوزی اور فکر مندی کے گواہ ہیں۔ عمر کے آخری حصہ میں جبکہ ان کے اعضاء جواب دے چکے تھے اور بیماری نے ان کی یادداشت کو بھی متاثر کر دیا تھا' وہ اس حالت میں بھی گھر سے نکلنے اور اپنے مشن پر روانہ ہونے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ دنیا میں ان کے نزدیک سب سے کم تر درجہ کی چیز ان کی اپنی ذات تھی اور سب سے اعلیٰ چیز وہ مقصد تھا جس کے تحت انسان کو اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ انسانوں کو اپنے مالک حقیقی سے جوڑنے کا ان کا جو مشن تھا وہ اس کی تبلیغ میں کہیں نہیں چوکتے تھے۔ وہ شہر میں جہاں بھی جاتے ان کی محبوب سواری رکشہ ہی ہوتی تھی کہ اس پر وہ آسانی سے اپنی بیساکھیوں سمیت بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اپنی منزل پر پہنچ کر رکشہ والے کا نام پوچھتے' اگر وہ مسلمان ہوتا تو نماز کی تاکید ضرور کرتے اور غیر مسلم ہوتا تو اس سے اپنے مالک کو یاد کرنے کے لئے کہتے۔ ان سے جو بھی ملنے آتا اسے وقت کا امر ضرور بتاتے۔ وہ قوم کی زبوں حالی اور بے عملی پر اکثر آنسوؤں سے رویا کرتے تھے۔

مولانا افتخار فریدی مجاہد آزادی تھے' مبلغ تھے' مؤلف تھے اور مصلح بھی تھے۔ وہ ۲۵ نومبر ۱۹۱۶ء کو مُراد آباد کے ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے بچپن میں تحریک خلافت اپنے عروج پر تھی اور ان کے چچا اس میں گرفتار ہو گئے تھے۔ مولانا فریدی ۹ سال کی مختصر عمر میں ہی اپنی دائیں ٹانگ سے محروم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ شاہی اور مدرسہ امدادیہ میں حاصل کی۔ آزادی کی تحریک زور پکڑ رہی تھی اس لئے وہ ایک پرائمری اسکول سے درجہ چہارم پاس کرنے کے بعد کانگریس اور جمعیت علماء ہند کی سرگرمیوں میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۳۴ء میں انہوں نے مُراد آباد میں مسلم نوجوان آزاد پارٹی قائم کی اور اسی زمانے میں مُراد آباد میں مسلم پبلک لائبریری کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۳۶ء میں مُراد آباد میں مجلس احرار کی شاخ قائم کی اور اس کے رضاکاروں کو سابق فوجیوں سے تربیت دلوائی۔ ۱۹۳۸ء میں انہوں نے مُراد آباد سے اردو ہفت روزہ "کانگریس" جاری کیا جس نے انگریزوں کے خلاف مورچہ کھولا۔

۱۹۴۰ء میں رام گڑھ میں کانگریس کے کل ہند اجلاس میں شرکت کی۔ وہیں فارورڈ بلاک کے کیمپ میں مولانا کی ملاقات سبھاش چندر بوس سے ہوئی۔ ۱۹۴۱ء میں انہیں دوسری جنگ عظیم کے خلاف نعرے لگانے کے جرم میں امروہہ میں گرفتار کرلیا گیا۔ انہوں نے سات ماہ مُراد آباد' بریلی اور چونار گڑھ کی جیلوں میں گزارے۔ انگریز حکومت نے ان پر سو روپے کا جرمانہ بھی عائد کیا۔ ۱۹۴۲ء میں جب کانگریس کے بیشتر لیڈر اور کارکن گرفتار ہو گئے تو مولانا فریدی کسی طرح روپوش ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اس دوران انہوں نے خفیہ طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں اور چوری چھپے بلیٹن چھپوا کر انہیں تقسیم کرتے رہے۔

آزادی سے قبل جہاں ایک جانب وہ پوری طرح کانگریس' جمعیت علماء ہند اور مجلسِ احرار سے وابستہ رہے' وہیں آزادی کے بعد انہوں نے تبلیغ کو اپنا مشن بنا لیا۔ بطورِ مجاہد آزادی انہوں نے حکومت سے کوئی آسائش یا سہولت طلب نہیں کی۔ بزرگانِ دین اور اکابرین ملت سے ان کی وابستگی بہت قریبی تھی۔ ایک موقع پر جبکہ میں ان کے اخبار "کانگریس" پر ایک تحقیقی مضمون لکھ رہا تھا تو انہوں نے ۱۵/ مئی ۱۹۸۶ء کو اپنے ایک خط میں مجھے تاکید کی تھی کہ

> "میں حضرت شیخ الہند' شیخ الاسلام' مفتی اعظم' مولانا الیاس' مولانا یوسف' حضرت رائے پوری' حضرت شیخ الحدیث' امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری' سید سلیمان ندوی' خانوادۂ دیوبند' سید احمد شہید اور شاہ ولی اللہ سے متعلق رہا ہوں۔ میرے بارے میں جو شائع کریں اسی نسبت سے کریں"۔

خدا پر ان کا ایمان اور عقیدہ بڑا مستحکم تھا۔ ایک انگریز محقق جو دہلی میں اسلام پر ریسرچ کر رہا تھا ایک دن ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے دیگر سوالوں کے علاوہ فریدی صاحب سے یہ بھی پوچھا کہ ایمان کی حلاوت کیا ہے؟ فریدی صاحب نے سوال کیا: آپ نے آم کھایا ہے؟ جواب اثبات میں آیا تو انہوں نے اس کی حلاوت پوچھی۔ انگریز محقق لفظوں میں اسے بیان نہیں کر سکا۔ پھر فریدی صاحب نے فرمایا: جب آپ آم کی حلاوت بیان نہیں کر سکتے تو ایمان کی حلاوت کیا پوچھتے ہیں؟ انگریز قائل ہو گیا۔

مولانا افتخار فریدی ۱۹۴۳ء میں ہی تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے تھے اور آزادی کے بعد تو انہوں نے خود کو اس کے لئے وقف کر دیا۔ وہ ۱۹۶۵ء تک اس سے جڑے رہے اور انہوں نے کالج اور یونیورسٹیوں میں اس کام کی بنیاد ڈالی۔ بندرگاہوں پر بھی کام کیا۔ پورے

ملک کے علاوہ پاکستان' بنگلہ دیش' برما' شام' عراق' سعودی عرب وغیرہ کے تبلیغی سفر کئے۔ ۱۹۶۵ء کے بعد ان کا مشن غیر مسلموں میں تبلیغ کرنا تھا جس میں وہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے ساتھ سرگرم رہے۔

اسی دوران انہوں نے کئی اہم اور منفرد کتابیں بھی ترتیب دیں جن میں وصایا' عورت' دل کی باتیں' ارشادات و مکتوبات مولانا الیاس صاحب' تبلیغی کام' دو خطروں کا علاج وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کا مطالعہ بے حد وسیع تھا اور برصغیر کے تمام علمی اور مذہبی جریدے ان کے ہاں آتے تھے۔ اپنی ذاتی لائبریری کو انہوں نے کئی برس قبل جامع الہدیٰ مراد آباد میں منتقل کر دیا تھا اور اس کے فروغ کے لئے دائرۂ صفہ کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا تھا۔

تنظیم اسلامی پاکستان کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک موقع پر اپنے ماہنامے "میثاق" (لاہور) نومبر ۸۰ء میں ان کا تعارف یوں کروایا تھا:

> "مراد آباد (بھارت) کے محترم افتخار فریدی صاحب کا زیادہ عملی لگاؤ تو اگرچہ جماعت تبلیغ سے ہے لیکن دین کے ساتھ ان کا ذہنی اور قلبی تعلق جماعتی اور گروہی نسبتوں سے وسیع تر بھی ہے اور عمیق تر بھی' وہ ایک حد درجہ دردمند دل کے ساتھ ساتھ ایک نہایت فعال اور متحرک شخصیت کے بھی مالک ہیں۔ اس کے باوجود کہ وہ اوائل عمر ہی میں کسی حادثے میں ایک پوری ٹانگ سے محروم ہو گئے تھے' خدمت دین کے لئے ان کے جوش و خروش اور جذبہ و امنگ میں ہرگز کوئی کمی نہیں آئی' بلکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی اس جسمانی معذوری کی تلافی بھی اپنے جذبۂ عمل سے اس حد تک کر دی ہے کہ ہم ایسے سب ہاتھ پاؤں سلامت رکھنے والے لاکھوں لوگ ان پر رشک کرنے پر مجبور ہیں ؎
>
> ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ!"

ضرورت رشتہ

عمر 26 سال' تعلیم میٹرک' پابند صوم و صلوٰۃ دوشیزہ کے لئے نیک شریف خاندان سے رشتہ چاہئے۔ راجپوت فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔

معرفت: ڈاکٹر عبدالخالق' 67۔اے' علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو' لاہور

تُو میرا شوق دیکھ! مرا انتظار دیکھ!!

محترم المقام مفکر اسلام حضرت مولانا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدّ ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کریم سے دعا ہے کہ آپ کو اپنی عافیت میں رکھے' آمین۔ آپ کی صلاحیت' فکری گہرائی' تنظیمی تجربہ' وسیع المشربی اور عالم اسلام کے مسائل وواقعات پر گہری نظر سے پوری اسلامی برادری واقف ہے اور آپ کی قائدانہ صلاحیت کی معترف بھی۔ اور علوم قرآن کے سلسلے میں آپ کی شخصیت مسلّم ومصدّق ہے۔ آپ ایسے ملک کے شہری ہیں جس کے تعلقات ہمارے ملک سے اکثر خراب ہی رہتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ آپ جیسی عظیم شخصیت سے بھرپور استفادہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ آپ کی تالیفات مشکل سے مل پاتی ہیں' بعض سعودی احباب کے ذریعہ آپ کی تصنیفات ملی ہیں جو ہماری پبلک لائبریری میں رکھی ہیں۔

میں مؤقر ماہنامہ "میثاق" کا پرانا قاری ہوں' ہر ماہ اس کا شدید انتظار ہوتا ہے۔ اس کا بغور مطالعہ کر کے تقاریر وخطابات کے ذریعہ آپ کے فکر ومنہج کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں جب تک ندوۃ العلماء میں مقیم رہا پابندی سے میثاق کا قاری بن کر استفادہ کرتا رہا' لیکن اب اپنے علاقہ میں منتقل ہونے کے بعد میثاق کے مطالعہ سے محروم ہو گیا ہوں۔ بعض ہندوستانی جرائد کا مطالعہ کر کے میثاق کی محرومیت کا احساس زائل کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہوں' اسی ناکام کوشش کے نتیجے میں یہ خط خدمتِ عالیہ میں اس امید پر ارسال کر رہا ہوں کہ میرے جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے میثاق ارسال فرمائیں گے۔

والسلام

اخوکم فی الدین والعقیدۃ

ذکاء اللہ الندوی

سدھارتھ نگر' یوپی (بھارت)

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

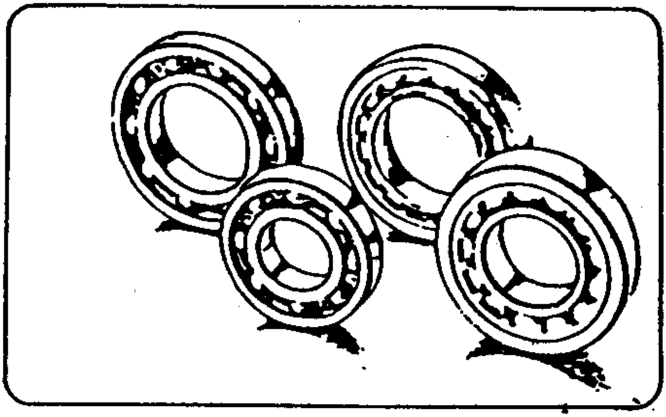

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735863-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly)	Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169
GUJRANWALA :	1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

تنظیم اسلامی کا ۲۳ واں سالانہ اجتماع

منعقدہ کراچی

____ مختار حسین فاروقی' ناظم حلقہ پنجاب وسطی ____

تنظیم اسلامی پاکستان کا قافلہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی قیادت میں گزشتہ رُبع صدی سے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا امسال نومبر۹۸ء کے مہینے میں کراچی کے عروس البلاد میں خیمہ زن ہوا۔ جون ۹۸ء میں فیصلہ ہوا تھا کہ اس دفعہ رفقائے تنظیم کا اجتماع کراچی میں منعقد کیا جائے۔ کراچی کے رفقاء کی دیرینہ خواہش تھی کہ کبھی تمام رفقائے تنظیم کراچی میں جمع ہوں اور وہ ان کی میزبانی کا شرف حاصل کریں۔

کراچی' تنظیمی اعتبار سے حلقہ سندھ و بلوچستان میں شامل ہے جس کے امیر جناب نسیم الدین صاحب ہیں جو بجا طور پر اس منصب کے اہل ہیں۔ جون ۹۸ء سے نومبر ۹۸ء تک کئی ایسے نازک مرحلے بھی آئے جس میں کراچی کے رفقاء کی امیدوں کے چراغ حوادث زمانہ کے بے رحم تھپیڑوں اور سیاسی آندھیوں اور طوفانوں کے ہاتھوں بجھتے بجھتے بچے۔ یہ ہمارے باہمت ساتھیوں کا خلوص اور اور جذبۂ وفا ہی تھا جس نے "تندیٔ بادِ مخالف" میں بھی گھبرانا تو درکنار اس فیصلے پر نظرثانی کو بھی اپنے "فقرِ غیور" کے منافی سمجھا۔

تنظیم اسلامی کا اجتماع کراچی میں گلشن اقبال میں ایک کھلی جگہ پر ہونا قرار پایا تھا' مگر انتظامیہ کی طفل تسلیوں اور اپنی مصلحتوں کے پیش نظر حکومت نے اجازت کو معلق رکھا' یہاں تک کہ حتمی تاریخ سے دو روز قبل جبراً اجتماع کو ختم کرنے کا حکم صادر فرمایا' جس سے رفقائے تنظیم کو اپنے مشن کی صداقت کی ایک اور دلیل مل گئی۔

"اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل" نامی کتاب میں امیر محترم نے یہ بات صفحہ ۶۴ پر لکھی ہے کہ تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کو نہ زمین غذا دینے کو تیار ہے نہ فضا۔ یعنی عام مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے ذہنوں میں دین کا جو محدود اور جامد مذہبی تصور صدیوں کے تعامل کے باعث راسخ ہو چکا ہے وہ فی الواقع اس بنجر اور سنگلاخ زمین کے مانند ہے جو کسی حرکی اور انقلابی تصور کو غذا دینے سے نہ صرف انکاری ہے بلکہ اس کے فروغ کی راہ کا سب سے

بڑا پتھر ہے اور دوسری جانب مادہ پرستانہ افکار و نظریات' سیکولر نظامِ ریاست و سیاست اور مخلوط اور اباحیت پسندانہ معاشرت و ثقافت جو اِس وقت پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے' یقیناً اس فضا اور آسمان کی مانند ہے جو اسلام کے حقیقی اور جامع تصور کے "شجرۂ طیبّہ" کو پنپنے کی اجازت دینے سے انکاری ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلام کا عالمی غلبہ تقدیرِ مبرم ہے اور ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ کے علی الرغم پورا ہو کر رہے گا۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جیسے ہر چہار طرف افق پر زمین اور آسمان باہم ملے ہوئے اور بغلگیر نظر آتے ہیں بالکل اسی طرح محدود مذہبی تصور اور عالمی سیکولر تہذیب بھی ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ اور ہم آغوش ہیں۔ اس لئے کہ سیکولرازم کا اصل الاصول ہی یہ ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے' چنانچہ جامد مذہبی تصور سے وہ کامل رواداری برتتا ہے اور جملہ مذاہب کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو اپنے پہلو میں جگہ دیتا ہے۔ اسے اگر کوئی خطرہ اور اندیشہ ہے تو اسلام کے اس جامع تصور سے ہے جو پوری زندگی پر اپنا غلبہ چاہتا ہے اور اگر جنگ ہے تو صرف ان فنڈامنٹلسٹ قوتوں سے جو اسلام کو دین اور دنیا اور عبادت و سیاست ہر دو دائروں پر حکمران کرنا چاہتی ہیں۔ رہا دین کا محدود تصور جو اسے مدرسہ و خانقاہ اور عبادات و رسومات تک محدود کرتا ہے' اور جو Politico-Socio-Economic System سے بحث نہ کرے تو اس کی تو وہ ہر وقت سرپرستی کرنے پر آمادہ اور تیار ہے۔

ان حالات میں تنظیم اسلامی پاکستان کا اجتماع اگر گلشن اقبال میں منعقد ہو جاتا تو سوچنے کی بات ہوتی کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ انہوں نے ٹوکا اور روکا تو صحیح اور بروقت ــــــ اور کسے روکا؟ ــــــ صرف اسی جماعت کو روکا جو پاکستان میں اسلامی انقلاب کا واقعی اور حرکی تصور مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر عام کر رہی ہے۔ طورخم سے کیماڑی تک کسی اور جماعت کا اجتماع درہم برہم نہ کیا جانا یقیناً تنظیم اسلامی پاکستان کیلئے حقانیت کی ایک مثبت دلیل ہے۔

رفقائے تنظیم کے اجتماع کے انتظامات کو حکومتی اہلکاروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے خود اپنے ہاتھوں سمیٹنا بھی نظم اور تنظیم کا ایک عمدہ مظاہرہ تھا۔ (اس میں وقتی جذبات اور ہیجان کے اِکا دُکا مظاہرے کو انسانی فطری جذبہ (Human Factor) ہی قرار دیا جائے گا) جس نظم و ضبط کے ساتھ وہاں کئے کرائے انتظامات کو بعجلت سمیٹا گیا ہے وہ تنظیم اسلامی کے نظامِ تربیت کا کریڈٹ ہے۔ جو رفقائے تنظیم کو بالعموم اور رفقائے کراچی کو بالخصوص

حاصل ہوا ہے۔

مزید برآں گلشن اقبال سے انتظامات کو رول بیک کر کے قرآن اکیڈمی میں از سرِنو آغاز کر کے کم سے کم وقت میں سارے انتظامات کر دینا جبکہ دل بہرحال ٹوٹے ہوئے تھے اور رفقاء تھکے ہوئے تھے اور امیر حلقہ و ناظم اجتماع تو فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرح چارپائی پر ہی کمان کر رہے تھے۔ ان حالات میں اجتماع کو مؤخر کرنا یا ملتوی کر دینا قرین قیاس اور مصلحت کے قریب ہوتا' مگر رفقائے نے حد درجہ ایثار کر کے اس مہم کو سر کیا۔ یہ اس نقشہ کا عکس تھا جو یومِ اُحد کی شام پیش آیا تھا۔ قرآن پاک میں آیا ہے :

"وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہا جبکہ وہ (نڈھال اور) زخم خوردہ تھے ـــــ جنہوں نے یہ کام بخوبی انجام دے دیا ان کے لئے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا (ان کیلئے بھی) بہت بڑا اجر ہے"۔ (آل عمران : ۱۷۲)

رفقائے کراچی نے یقیناً بڑا اجر کمایا۔ اس لئے کہ ایک فی کروڑ کی نسبت سے سہی یومِ اُحد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کردار کا نقشہ پیش کیا۔

قرآن اکیڈمی کے انتظامات نہایت کافی تھے اور یقیناً سہولت کے ساتھ کفایت کرتے اگر مرکز اور ناظمین اجتماع کے اندازہ سے بڑھ کر لوگ تشریف نہ لاتے۔

کراچی کے مخصوص حالات ' غیر یقینی صورتحال ' دور دراز کا سفر اور زرِ کثیر کا خرچ ـــــ اس کے باوجود ہمارے اندازے سے زیادہ رفقاء نے امیر تنظیم کی پکار پر لبیک کہا تو یہ بجائے خود ایک اچھی اور امید افزا علامت ہے رفقائے تنظیم کے مقصد سے عشق اور لگن کی۔

اجتماع کے دوران رفقائے تنظیم کا نظم و ضبط اور ہر کام میں سلیقہ و شعار کا مظاہرہ بھی یقیناً نہایت اہم اور ہماری صحیح فکر اور مناسب تربیت کا آئینہ دار ہے۔ اجتماع کے دوران انتظامی معاملات کا کوئی مجموعی بحران اور انتشار دیکھنے کو (کم از کم راقم کو) نہیں آیا۔ رفقاء کا باہمی اعتماد' رواداری' اخوت اور سلیقہ شعاری کی کیفیت نے باہمی کمزوریوں کو بہت حد تک دبا دیا تھا۔

اجتماع کے روحانی اور باطنی پہلوؤں کا جائزہ اس رپورٹ کا لازمی حصہ نہیں ہے۔ تاہم امیرِ محترم کا خطابِ جمعہ رفقائے تنظیم کے فکر کو ایک نئی جہت عطا کرنے والا تھا۔ جمعہ کی رات کا خطاب دل کشا و ایمان افروز ہی نہیں چشم کشا بھی تھا اور ان شاء اللہ جہاں جہاں تک یہ آواز پہنچے گی آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو مسحور کرتی جائے گی۔ رفقاء کے نام خطاب اگرچہ

بقول امیر محترم "قندِ مکرر" قسم کی شے تھی اور رفقائے تنظیم کو پہلے سے سنی ہوئی ہونے کی نسبت لوحِ دماغ پر ثبت اور ازبر تھی، تاہم یہ "باطنی تجربہ" اسی خطاب کے دوران اکثر کو ہوا کہ۔

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں تھا

کی سی کیفیت پورے خطاب کے دوران طاری رہی۔

سفر کراچی اور اجتماع کے اوقات انہی مشاہدات کے دوران اس تیزی سے گزرے کہ وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔ اس اجتماع سے رفقاء حوصلہ، ولولہ اور جذبۂ تازہ لے کر لوٹے ہیں اور پہلے سے زیادہ لگن ہمت اور محنت سے اس فکر کو اپنے ماحول میں پھیلانے کی سعی کریں گے، ان شاء اللہ ـــــ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق ارزانی عطا فرمائے، آمین۔

مستقبل کے حالات کسی کو معلوم نہیں اور مجھے اندازہ نہیں ہے کہ اس مختصر سے قافلے کو ابھی کہاں کہاں اجتماع کرنے سے روکا جائے گا اور کس کس طرح سے اس کے راستے میں کانٹے بوئے اور بچھائے جائیں گے اور کہیں کس موقع پر کسی کی امان لے کر اپنی دعوت کو آگے بڑھانے کی مہلت میسر آئے گی، مگر ایک بات طے ہے اور موجبِ اطمینان و سکون ہے کہ حالات و واقعات اسی صراطِ مستقیم اور سواء السّبیل کے سنگ ہائے میل ہیں جو ہمیں بتائے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے رکھے اور ہمارے دلوں کو ہدایت پانے کے بعد ٹیڑھا نہ کردے۔ آمین یا ربّ العالمین

اللّٰھم الھمنا رُشدنا واَعذنا من شرور انفسنا وسیّئاتِ اعمالنا۔
اللّٰھم لا تکلنا الیٰ انفسنا طرفۃ عین

ضرورت رشتہ

اکیس سالہ خوش شکل دراز قامت، ایم اے اردو (فائنل) کی طالبہ ـــــ تمام خاندان اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ والد ڈاکٹر حافظ قاری عالم، دینی مدرسہ میں استاد اور گریڈ ۱۹ کے ملازم۔ والدہ لیکچرار ـــــ کے لئے ہم پلہ صرف سید سُنّی دیندار دیوبندی یا اہلحدیث گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ : خالد محمود خضر، پوسٹ بکس 5166 ماڈل ٹاؤن لاہور

سالانہ اجمالی جائزہ رپورٹ

شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی پاکستان

برائے تنظیمی سال ۹۸-۱۹۹۷ء

گزشتہ شمارے میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مناسبت سے تنظیم کی کارکردگی کی "سالانہ اجمالی جائزہ رپورٹ" شائع کی گئی تھی، لیکن تنظیم اسلامی کے شعبہ نشرواشاعت اور حلقہ خواتین کی رپورٹیں بوجوہ شامل اشاعت نہ ہو سکی تھیں۔ مذکورہ دونوں شعبوں کی اجمالی رپورٹیں ذیل میں ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہیں۔ (ادارہ)

- ہفت روزہ ندائے خلافت کی تیاری و اشاعت شعبہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ چنانچہ ماہ جنوری سے ستمبر تک ۴۰ شمارے باقاعدگی سے شائع کئے گئے۔
- شعبہ کی دوسری اہم ترین ذمہ داری امیر محترم کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز تیار کر کے اخبارات کو بھجواتا ہے۔ حسب معمول یہ ذمہ داری بھی ادا کی جاتی رہی۔
- امیر محترم کے خطبہ جمعہ کی تلخیص کی تیاری بھی شعبہ کے رکن ادا کرتے ہیں جو ندائے خلافت میں شائع کی جاتی ہے۔
- عرصہ زیر نظر رپورٹ میں شعبہ کی طرف سے ایک اہم پیش رفت ہوئی۔ امیر محترم کے بعض خطاباتِ جمعہ کی تلخیص کو معمولی ردّوبدل کے ساتھ مضمون کے طور پر اخبارات کو جاری کیا گیا۔ اس سلسلہ کا آغاز فروری ۹۸ء سے کیا گیا تھا۔ روزنامہ نوائے وقت ان مضامین کو اہتمام سے شائع کرتا رہا ہے۔
- ندائے خلافت میں تنظیم اسلامی کی مرکزی ٹیم کے انٹرویوز کا سلسلہ بھی متعارف کرایا گیا۔ اس سلسلے میں شعبہ کو مرزا ندیم بیگ کی خدمات حاصل رہیں۔ موصوف ندائے خلافت کے آخری صفحہ "مسلم اُمہ، خبروں کے آئینے میں" کیلئے بھی تعاون کرتے ہیں۔
- مختلف اخبارات و جرائد کے لئے امیر محترم کے انٹرویوز کا سلسلہ پہلے سے بہتر انداز میں چلایا جا رہا ہے۔ چنانچہ روزنامہ خبریں، مشرق پشاور، روزنامہ جنگ، ہفت روزہ زندگی میں

یہ انٹرویوز شائع ہوئے۔

- تنظیم اسلامی کی سیکنڈ لائن کو متعارف کرانے کی غرض سے مرزا ندیم بیگ کی خصوصی کوششوں سے روزنامہ "خبریں" کے زیراہتمام' لبرٹی فورم میں نائب امیر ڈاکٹر عبدالخالق' ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق اور ناظم تربیت چوہدری رحمت اللہ بٹر نے شرکت کی' جس کی باتصویر کوریج مذکورہ اخبار میں شائع ہوئی۔
- ندائے خلافت کے مدیر جناب عاکف سعید صاحب کے بعض ادارتی مضامین اخبارات کو بھجوائے گئے جو کسی نہ کسی اخبار میں لازماً شائع ہوئے۔ تنظیم اسلامی' تحریک خلافت اور انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام منعقد کئے جانے والے سیمینارز اور کانفرنسوں کی پریس کوریج کے لئے باضابطہ قومی پریس سے رابطہ کر کے' ان کانفرنسوں کی اخبارات میں اشاعت کے لئے بھرپور بھاگ دوڑ کی جاتی رہی ہے۔
- قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ "تکمیلِ دستورِ خلافت اور تنفیذِ شریعت کانفرنس" کی ندائے خلافت میں شائع شدہ تفصیلی رپورٹ روزنامہ "نوائے خلافت" میں بھی شائع ہوئی۔
- حلقہ لاہور کے زیرِ اہتمام اجتماعاتِ عام اور مظاہروں کے پروگراموں کے لئے بھی یہ شعبہ بھرپور طریقے سے حلقہ کی معاونت کرتا رہا ہے۔
- وقتی مسائل اور بین الاقوامی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کے موقف اور ردِّعمل پر مبنی بیانات پریس ریلیز کی صورت میں اخبارات کو بھجوائے جاتے رہے۔
- مختلف قومی ایام اور دینی حوالے سے امیر محترم کی کتب سے مضامین کی تلخیص تیار کر کے اخبارات کو بھجوائی جاتی رہی' جو کافی حد تک اخبارات کے صفحات کی زینت بنی۔
- شعبہ کے نائب ناظم دورۂ افغانستان کے موقع پر تنظیم کے وفد میں شامل تھے' اس دورہ کی مکمل روداد میثاق کے لئے مرتب کی گئی۔
- حلقہ جات' تنظیموں اور منفرد اُسرہ جات کی طرف سے ارسال کردہ رپورٹیں "ندائے خلافت" میں قابل اشاعت بنانے کے لئے' انہیں ایڈٹ کرنا بھی شعبہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ رپورٹیں اکثر و بیشتر ندائے خلافت میں شائع کی جاتی رہیں۔

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

رپورٹ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین

تنظیم اسلامی پاکستان کی اجتماعیت میں خواتین بھی بڑھ چڑھ کر شریک سفر ہیں اور اقامت دین کی جدوجہد میں بقدرِ استطاعت اپنا حصہ ادا کر رہی ہیں۔
تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کو قائم ہوئے پندرہ برس ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے ۱۹۸۴ء میں چند خواتین نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت کی تھی۔ شروع میں رفیقات کی تعداد میں سست رفتاری سے اضافہ ہوتا رہا اور کوئی باقاعدہ نظم کافی عرصے تک قائم نہیں ہوا۔ ۱۹۹۰ء سے باقاعدہ نظم قائم ہوا اور اُسروں کی تقسیم عمل میں آئی۔ ناظمہ صاحبہ' نائب ناظمہ اور نقیبات کا باقاعدہ تقرر عمل میں آیا اور اس کے بعد سے رفیقات کی تعداد میں ماشاء اللہ مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اِس وقت حلقہ خواتین میں رفیقات کی کل تعداد ۸۴۱ ہے۔ اس تعداد میں اندرونِ ملک و بیرونِ ملک مقیم تمام رفیقات شامل ہیں۔

حلقہ خواتین لاہور

یہاں رفیقات کی تعداد ۲۴۲ ہے اور ۱۸ اُسرے قائم ہیں یہاں الحمدللہ تمام اُسروں میں باقاعدگی سے مقررہ نصاب کے مطابق پروگرام ہو رہے ہیں۔ تمام نقیبات کا مرکز سے مسلسل رابطہ ہے اور الحمدللہ نہایت احسن طریقے سے اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے اپنے اُسرے چلا رہی ہیں۔

نقیبات اور رفیقات کی تربیت کے لئے ہر تین ماہ بعد علیحدہ علیحدہ پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں' جن میں ان کی دینی و روحانی تربیت کے پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عام خواتین کے لئے بھی مختلف دروس کے پروگرام ہوتے ہیں۔ رمضان المبارک کی آمد سے قبل استقبال رمضان کے پروگرام بھی تمام اُسروں میں منعقد کئے جاتے ہیں۔

لاہور کے علاوہ پنجاب کے دوسرے شہروں اور سرحد میں بھی کچھ اُسرے قائم ہیں جن کی مختصر رپورٹ حسب ذیل ہے۔

- ملتان میں ۲۳ رفیقات ہیں۔ یہاں کی نقیبہ ایک انتہائی باصلاحیت خاتون ہیں اور اپنے اُسرے کو نہایت احسن طور پر چلا رہی ہیں۔ اُسروں کے پروگرام نصاب کے مطابق ہو رہے ہیں۔

- فیصل آباد میں ۱۳ رفیقات ہیں' یہاں کی نقیبہ بھی اپنی بھرپور گھریلو مصروفیت کے باوجود اپنی ذمہ داری پورے طور پر نبھا رہی ہیں۔ یہاں مہینہ میں دو پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔
- راولپنڈی اسلام آباد میں ۱۶ رفیقات ہیں۔ یہاں اُسرے کے باقاعدہ پروگرام نہیں ہوتے' البتہ نقیبہ صاحبہ اپنے طور پر دروس اور ترجمۂ القرآن کے پروگرام کرتی رہی ہیں۔
- سرگودھا میں ۱۲ رفیقات ہیں۔ یہاں کی نقیبہ بہت محنت اور لگن سے کام کر رہی ہیں' لیکن یہاں بھی اُسروں کے باقاعدہ پروگرام منعقد نہیں ہوتے۔ البتہ دروس اور ترجمہ قرآن کی کلاسیں باقاعدگی سے ہو رہی ہیں۔

• پنجاب کے دیگر شہروں میں ۴۸ منفرد رفیقات ہیں۔ ان کا مرکز سے براہ راست رابطہ رہتا ہے' لیکن اکثریت غیر فعال رفیقات کی ہے جو کبھی کبھار رابطہ کرتی ہیں۔ اس تعداد میں تین رفیقات کوئٹہ کی بھی شامل ہیں لیکن وہ بھی غیر فعال ہیں۔

- پشاور میں بھی ایک اُسرہ قائم ہے اور یہاں حلقہ خواتین کو ایک انتہائی باصلاحیت رفیقہ کا تعاون حاصل جو یہاں کی نقیبہ بھی ہیں۔ اُسرے کے پروگرام بخوبی ہوتے ہیں اور مرکز تک رپورٹس اور اعانت بھی بروقت باقاعدگی سے موصول ہوتی ہیں۔ یہاں ۱۶ رفیقات اُسرے میں شامل ہیں۔

حلقہ خواتین کراچی

حلقہ خواتین کراچی میں باقاعدہ نظم قائم ہے۔ یہاں کی مقامی ناظمہ اور نائب ناظمہ کا تقرر ۱۹۹۲ء میں عمل میں آیا تھا۔ اُس وقت سے ان دونوں محترم خواتین نے اپنی بھرپور صلاحتیں تنظیم اسلامی کے لئے وقف کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے' ان کی کوششوں کو قبول فرمائے اور مزید ہمت و توفیق سے نوازے آمین۔

الحمدللہ کراچی کی رفیقات کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس سال کے دوران یعنی جنوری سے لے کر تادم تحریر ۴۸ رفیقات کا اضافہ ہوا ہے اور اب یہاں رفیقات کی تعداد ۲۱۴ ہو گئی ہے۔ یہاں دو اُسروں کا اضافہ ابھی حال ہی میں ہوا ہے اور اب ۸ اُسرے قائم ہیں۔ اکثریت اُسروں سے منسلک ہے جبکہ چند رفیقات منفرد ہیں۔ کراچی کے دگرگوں حالات کے باوجود یہاں اُسروں کے پروگرام باقاعدگی سے مقررہ نصاب کے

مطابق ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر علاقے میں دروس کے علاوہ عربی گرائمر' ترجمۃ القرآن اور تجوید کی کلاسیں بھی باقاعدگی سے ہو رہی ہیں۔

یہاں رفیقات کی تربیت کے لئے ہر چار ماہ بعد پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔ اس سال کے دوران تین پروگرام رفیقات کے لئے منعقد کئے گئے۔ ان پروگراموں میں ان کے لئے آئندہ کے اہداف کا تعین کیا جاتا ہے کہ وہ ان اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے اندر مزید بہتری پیدا کریں اور دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔

اسی طرح نقیبات کی تربیت کے لئے تین پروگرام منعقد کئے گئے جن میں نقیبات نے اُسروں کی رپورٹس پیش کیں اور اپنی کارکردگی کی تفصیل بیان کی۔ اس طرح کے ایک پروگرام میں بڑے پیمانے پر دعوتی پروگرام کی خاطر دروس قرآن کے لئے باصلاحیت رفیقات کی تربیت کا پروگرام رکھا گیا۔ ایک اور پروگرام میں نقیبات کو نظام العمل کے حوالے سے ان کی ذمہ داریاں' اوصاف اور نظام العمل کی روشنی میں تنقید کے آداب بتائے گئے۔

الحمدللہ کراچی میں حلقہ خواتین کافی منظم طور پر کام کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح قائم و دائم رکھے اور تمام رفیقات' نقیبات اور ناظمہ صاحبہ کو مزید توفیق عطا فرمائے' آمین۔

بیرون پاکستان

لندن میں ۱۰۳ رفقیات ہیں۔ یہاں کی ناظمہ صاحبہ نہایت محنت اور لگن سے کام کر رہی ہیں۔ انہوں اپنے گھر میں ہی حلقہ خواتین کا آفس قائم کیا ہوا ہے جہاں فون' فیکس اور کمپیوٹر کی سہولت موجود ہے اور یہ سب ان کی ذاتی دلچسپی سے ہی ممکن ہوا ہے۔ یہاں ۸ اُسرے قائم ہیں اور پروگرام باقاعدگی سے ہو رہے۔

امریکہ میں ۵٦ رفقیات ہیں اور یہاں بھی اُسرے قائم ہیں۔

کینیڈا میں ۴۴ رفیقات ہیں اور دو اُسرے قائم ہیں۔ امریکہ اور کینیڈا کی ناظمہ مسز عبدالغفور صاحبہ نے بھی اپنی پوری صلاحیتیں تنظیم کے لئے وقف کی ہوئی ہیں۔ تمام رفقیات سے فرداً فرداً رابطہ ہے اور رپورٹس پر فوری محاسبہ کر کے رفیقات کو روانہ کرتی ہیں۔ مڈل ایسٹ میں ٦٦ رفیقات ہیں لیکن پابندیوں کی وجہ سے آج کل رابطہ بالکل منقطع ہے اور اکثریت پاکستان شفٹ ہو چکی ہے' لیکن سوائے چند ایک کے کسی کا مرکز سے رابطہ نہیں ہے۔

مرکزی دفتر حلقہ خواتین

حلقہ خواتین کا مرکزی دفتر لاہور میں ہے۔ یہاں ناظمہ صاحبہ کی زیر نگرانی ہفتے میں دو دن منگل اور بدھ کو کام ہوتا ہے۔

رفیقات سے رابطے کے لئے انہیں خطوط روانہ کئے جاتے ہیں۔ جو خطوط آفس میں موصول ہوتے ہیں ان کے بروقت جواب دینے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ رفیقات کی رپورٹس اور اعانتوں کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ باقاعدہ بیت المال کا نظام قائم ہے اور اس کی علیحدہ ناظمہ ہیں' جو اپنی ذمہ داری نہایت احسن طور پر پوری کر رہی ہیں۔ مرکز کی جانب سے رفیقات کی ماہانہ رپورٹس ہر چار ماہ بعد محاسبہ کر کے روانہ کی جاتی ہیں تاکہ رفیقات کی کارکردگی ان کے سامنے بھی رہے۔

ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی گرمیوں کی چھٹیوں میں طالبات و خواتین کے لئے قرآن اکیڈمی لاہور میں دینی تربیتی کورس منعقد کیا گیا' جس میں ۶۰ طالبات نے داخلہ لیا اور ۴۰ نے یہ کورس مکمل کر کے اسناد حاصل کیں۔ اس کورس میں تجوید' عربی گرائمر' ارکانِ اسلام اور احادیث کے مختصر نصاب شامل تھے۔ مرکزی نائب ناظمہ کی کوشش اور ہمت سے یہ پروگرام نہایت احسن طور پر انجام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

یہ تھی حلقہ خواتین کی کارکردگی کی مختصر رپورٹ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مزید ترقی دے اور ہمارے ایمان میں پختگی عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتبہ : بیگم شیخ رحیم الدین)

سہیلی میگزین

بچی کی تربیت کیجئے
سالانہ خریداری لیجئے

قیمت : 10 روپے'   سالانہ خریداری : 100 روپے'

مشرق وسطیٰ میں 500 روپے' امریکہ' یورپ و دیگر ممالک 700 روپے

مینیجر سہیلی میگزین 88-P سکیم نمبر1-212 ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد فون : 645429

حضرت امام شامل رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : اظہار احمد قریشی

یہ کتاب ماضی قریب کی روس، چیچنیا جنگ سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔ جنگ میں چیچن لوگ جس بہادری اور بے جگری سے لڑے ہیں اس پر ساری دنیا ششدر رہ گئی۔ انہوں نے اپنی آبادی کا کل اٹھواں حصہ شہید کروالیا لیکن روس کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ کتاب کے مؤلف اظہار احمد قریشی کے بقول حضرت امام شامل ؒ کا نام انہیں اسی جنگ کے دوران معلوم ہوا اور جب ان کے متعلق انہوں نے کتابوں کا مطالعہ کیا، جو زیادہ تر انگریزی زبان میں تھیں، تو ایک عظیم مسلم ہیرو کی نہایت شاندار شخصیت سامنے آئی، جن کی عظمت نے انہیں اس کتاب کی تحریر پر مجبور کر دیا۔

فزکس کے میدان کے پاکستان کے ایک مایۂ ناز سائنس دان جناب ایم ایم قریشی نے جن کی عمر ۷۵ برس ہے اور اب وہ ریٹائرمنٹ کے بعد مسلمان سائنسدانوں کے کارناموں کی تاریخ مرتب کر رہے ہیں، اس کتاب کے مطالعے کے بعد چیچنیا کے لوگوں پر حضرت امام شامل ؒ کی جہادی تحریک کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے مؤلف کتاب کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا :

> "آپ لوگ آج کے کسی چیچن سے ملے ہیں؟ میں کئی لوگوں سے گزشتہ سردیوں میں ملا ہوں جبکہ ان کے دو تین گروپ یہاں آئے ہوئے تھے۔ ان میں وہاں کے پارلیمنٹ کے دو ارکان بھی تھے۔ یہ سب کے سب جذبۂ ایمانی سے لبریز تھے"۔

اس جذبہ کو جگانے میں حضرت امام شامل ؒ کے کارناموں کا بہت بڑا دخل ہے۔ ان کی شخصیت اور ان کے کارناموں کی عظمت اور حسن سے مسحور ہو کر یہ کتاب تحریک استحکام پاکستان میں ولولۂ تازہ پیدا کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ حضرت کے بے داغ کردار کی گواہی ان کے دشمنوں نے بھی دی ہے۔ اس کتاب میں حضرت امام شامل ؒ کی جہادی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ان کی ذاتی زندگی کے بہت سے گوشوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس سے ان کی شخصی عظمت کا نقش پڑھنے والے کے ذہن و قلب پر ثبت ہوتا ہے۔

قریباً دو صد صفحات پر مشتمل یہ کتاب صفہ پبلشرز ۱۹۔اے ایبٹ روڈ لاہور نے شائع کی ہے اور مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور پر بھی دستیاب ہے۔

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 47 No. 12
Dec. 1998

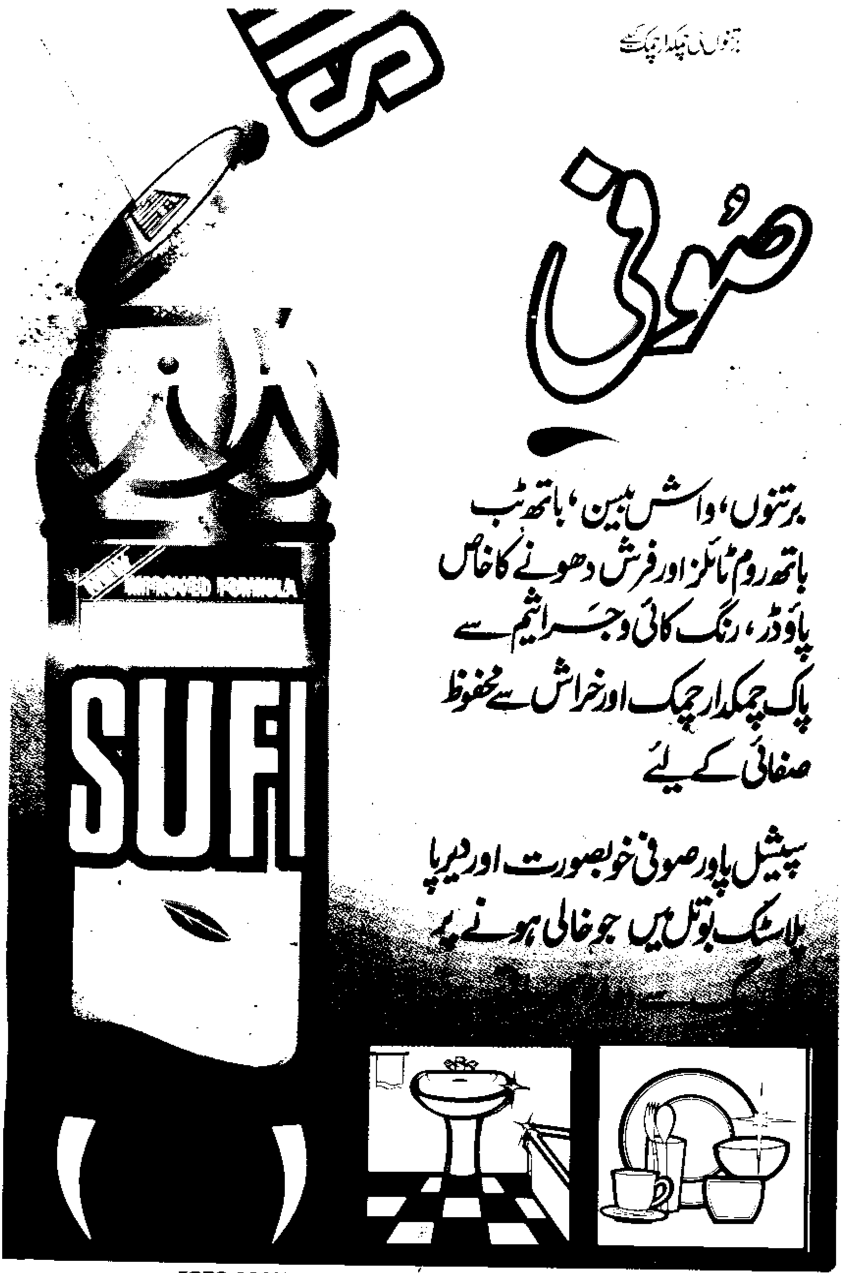

FOTO SCAN PH;7234042-7111906